Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....نومنتخب حکومت اور وطنِ عزیز کو درپیش چیلنج ....مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۲، آیت نمبر۵۵)..... بنی اسرائیل کے اوپر آٹھواں انعام ....// // ۵

درسِ حدیث ... جمعہ کے دن فجر کی نماز ادا اور مَردوں کو باجماعت پڑھنے کی فضیلت .... // // ۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ ربیع الاول: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں ....مولوی طارق محمود ۹

دہلی کا ایک سفر (قسط۱)............مفتی محمد رضوان ۱۹

کیا چاند پر کوئی تصویر ہے؟............// // ۳۰

پاکی ناپاکی کے مسائل (قسط۱۲)............مفتی محمد امجد حسین ۳۵

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۱۷)............// // ۴۰

بچوں کی اخلاقی تربیت شروع ہونے کی عمر (اولاد کی تربیت کے آداب: قسط۱۲)............مولانا محمد ناصر ۴۵

اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل (قسط۱)............اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۴۸

صحیح اور غلط روایات میں امتیاز کیجیے (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس)............مفتی محمد رضوان ۵۳

علم کے مینار............سرگذشت عہدِ گُل (قسط۶)............مولانا محمد امجد حسین ۵۶

تذکرۂ اولیاء:............ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ............امتیاز احمد ۶۱

پیارے بچو!...... ہاتھوں کو پاک صاف رکھنا اچھے بچوں کی نشانی............حافظ محمد ناصر ۶۵

بزمِ خواتین ....اپنے گھر کا ماحول دینی بنایئے............مفتی ابوشعیب ۶۸

آپ کے دینی مسائل کا حل... خطبہ کے وقت بات چیت کرنے اور نماز پڑھنے کا شرعی حکم... ادارہ ۷۱

کیا آپ جانتے ہیں؟............ سوالات وجوابات............ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۵

عبرت کدہ ....حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۳)............ابوجویریہ ۸۸

طب وصحت............ لوکاٹ (Eriobotrysaponica)............حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............مولانا محمد امجد حسین ۹۵

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............ابرار حسین ستی ۹۶

The Breakdown of Electricty............// // ۱۰۰

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

نومنتخب حکومت اور وطنِ عزیز کو درپیش چیلنج

پاکستان میں 2008ء کے انتخابات کے نتیجے میں بننے والی نئی حکومت نے مرکز اور ایک صوبے میں اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں، ابھی وزارتوں اور مختلف عہدوں کی ترتیب وتشکیل کا عمل جاری ہے، جبکہ صوبہ سرحد کے علاوہ باقی صوبوں میں انتقالِ اقتدار اور حکومت سازی کا مرحلہ ابھی باقی ہے، جو اُمید ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک کافی حد تک طے ہو چکا ہوگا۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ نئی حکومت مختلف جماعتوں کے اتحاد سے قائم ہوئی ہے، اور اس اتحاد کی دو بڑی جماعتیں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن ہیں، پیپلز پارٹی کے انتخابات میں بڑی جماعت کے طور پر اُبھر کر سامنے آنے کی وجہ سے وزیر اعظم اور سپیکر سمیت کئی کلیدی عہدوں پر اسی جماعت کے منتخب نمائندوں کا چُناؤ ہوا ہے، تاہم نواز شریف کی جماعت سے تعلق رکھنے والے منتخب نمائندگان کو بھی کئی اہم عہدے حاصل ہوئے ہیں۔

نئی حکومت کی طرف سے منتخب وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کے بارے میں ملک کے اکثر لوگ مثبت خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، اور اچھی توقعات رکھتے ہیں؛ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم سمیت نومنتخب حکومت کو ملک وملت کی صحیح اور سچی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

نئی حکومت کے لئے اس وقت ملک میں کئی بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

جن میں سے ایک بڑا چیلنج عدلیہ و آئین کی بحالی ہے، جس کے لئے صدر مشرف بڑی رُکاوٹ کے طور پر اس وقت موجود ہیں، اگرچہ صدر مشرف صاحب کے سیاسی حامیوں میں غیر متوقع طریقہ پر کمی واقع ہوگئی ہے، لیکن بہرحال فردِ واحد کے لئے صدر کا عہدہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، جو ملکی تاریخ میں اب تک سیاہ وسفید بہت سے کارنامے انجام دے چکا ہے۔

خاص طور پر صدر مشرف صاحب جو تجزیہ نگاروں اور ملک کے اکثر لوگوں کے خیال کے مطابق وطنِ عزیز کے صدر ہونے کے باوجود غیر ملکی خصوصاً امریکی پالیسیوں پر عمل پیرا رہے ہیں، اور اُن کو کئی غیر ملکی قوتوں کا اب تک آشیر باد حاصل رہا ہے؛ لیکن ملک کی داخلی فضا اس وقت ان کے لیے ہموار نہیں ہے۔

Idara Ghufran

لہٰذا نئی حکومت کو اس چیلنج سے نمٹنے کے لئے بہت ہی دور بینی اور دور اندیشی سے کام لینا ہوگا۔

اس کے علاوہ ملک اور نئی حکومت کو دوسرا بڑا چیلنج ملک میں جاری خود کش حملوں سے ملک کا تحفظ کرنا ہے، تجزیہ نگاروں کے مطابق ان سے تحفظ کا واحد راستہ ملک میں بعض عناصر کے خلاف طاقت کے اندھا دُھند استعمال کے بجائے مذاکرات و مفاہمت کا راستہ اختیار کرنا اور دہشت گردی کے عوامل کو ختم کرنا اور ملک میں جاری غیر ملکی اور امریکی پالیسیوں سے نجات حاصل کرنا ہے۔

امریکی پالیسیوں کو پوری طرح ملک میں عملی جامہ پہنانے والی ق لیگ کی سابقہ حکومت کا شیرازاہ گو بُری طرح بکھر چکا ہے، اور باوردی (یا بقول بعض بارُودی) صدر نے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا فراہم کر کے بھان متی کا جو کنبہ جوڑا تھا، وہ اگرچہ بڑی حد تک تِتّر بِتّر ہو چکا ہے؛ لیکن اس کے بانی مبانی صدر مشرف صاحب بغیر وردی کے مسندِ صدارت پر براجمان ہیں؛ اس لیے نئی حکومت کو امریکی پالیسیوں کی مخالفت کے معاملہ میں صدر مشرف صاحب اور اُن کو ھلاّ شیری دینے والی طاقتوں سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ نئی حکومت کے لئے تیسرا بڑا چیلنج ملک کی معاشی حالت کا عدمِ استحکام ہے، بجلی، گیس، پانی اور اشیائے خوردنی کا بحران بھی معاشی عدمِ استحکام کا حصہ ہے۔

اگر نئی حکومت دردمندی اور اخلاص کے ساتھ کفایت شعاری کے اصول کو اپنا کر ملک وملت کی خدمت کے لئے آگے بڑھے گی تو امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں ہی اس بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

ہمارا وطنِ عزیز ہر طرح کے ذخائر وصلاحیتوں سے مالا مال ہے، اور ہمیشہ سے صحیح اور سچا جذبہ رکھنے والے ملک وملت کے خدمت گزاروں کا منتظر رہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اقتدار میں آنے والے اکثر لوگ ان ذخائر وصلاحیتوں سے صحیح استفادہ نہیں کر پاتے اور اوپر سے اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں مَست رہ کر ملکی خزانے سے ہاتھ دھوتے رہتے ہیں، اور ملکی خزانے کے ضیاع و بے جا استعمال کی پالیسیوں سے بچنے کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کرتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو درپیش مسائل ومصائب سے پوری قوم کی حفاظت فرمائیں، اور اس بھنور سے عافیت وسلامتی کے ساتھ کشتی کو پار لگائیں۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۲، آیت نمبر۵۵) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کے اوپر آٹھواں انعام

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۵۵)

ترجمہ: ''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھیں اللہ کو سامنے، پھر آ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

جب موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی توراۃ لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور اُن کے سامنے توراۃ اور نئی شریعت پیش کی تو بعض گستاخ لوگوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دے کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم یقین کرلیں گے؛ موسیٰ علیہ السلام نے باذنِ الٰہی فرمایا کہ طور پہاڑ پر چلو، تمہارا یہ مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا، بنی اسرائیل نے اس مقصد کے لیے ستّر آدمی منتخب کرکے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پہاڑ کی طرف روانہ کردیے۔

طور پہاڑ پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا کلام اُن لوگوں نے خود سُن لیا تو بولے:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

''ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھیں اللہ کو سامنے''

یعنی ہم تو اس وقت تک اس کلام کو اللہ کا کلام ہونے کا یقین نہیں کریں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں، اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں تو پھر بے شک یقین کرلیں گے۔

کیونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لیے یہ گستاخی کرنے پر اُن لوگوں پر بجلی آپڑی، اور طور پہاڑ پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے ستّر آدمی سب ہلاک ہو گئے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

بنی اسرائیل پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کی دو وجوہات

بنی اسرائیل اس موقعے پر دو وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کے مستحق ہوئے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تمہارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، اور صرف تمہارے بھروسہ اور اعتماد پر تمہاری لائی ہوئی کتاب کا اللہ کی کتاب ہونا تسلیم نہیں کریں گے۔

یہ گستاخی ہی اُن پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل کرنے کے لیے کافی تھی، اس لیے کہ اللہ کے نبی پر بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا اور اُن سے اچھا گمان رکھنے کے بجائے بدگمان ہونا یہ کوئی معمولی گستاخی نہیں، بلکہ نبی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرنا تو واضح کفر ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ہی کے اعتماد پر اللہ کی باتوں کو ماننا ایمان کہلاتا ہے، اور جو شخص نبی پر اعتماد نہیں کرتا، تو اُسے سوچنا چاہیے کہ نبی کے بعد پھر وہ کس پر اعتماد کرے گا؟ غرضیکہ نبی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ رکھنا آدمی کے ایمان کے لیے ضروری ہے، اور اس کے بغیر کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے گستاخی کے ساتھ اور بے ادبی اختیار کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ہم موسیٰ کی تصدیق اس وقت کریں گے جب اللہ کو علانیہ اور ظاہر طور پر دیکھ لیں۔

اگر وہ لوگ ادب کے ساتھ یہ کہتے کہ اے موسیٰ! ہمیں اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار کرنے کی تمنا اور شوق ہے، تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کے مستحق نہ بنتے؛ بلکہ اُنہیں یہ جواب ملتا کہ تم ابھی اس دنیا میں ان آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار کے قابل نہیں، البتہ آخرت میں جب نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک ہوجاؤ گے تب اللہ تعالیٰ کی زیارت کرسکو گے۔

اور قرآن مجید میں ایک موقعے پر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا:

رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۴۳)

''اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دِکھلا دیجیے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں''

تو موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے یہ سوال اوّلاً تو عاجزی اور ادب کے ساتھ ایک دعا اور درخواست تھی، کوئی مطالبہ نہیں تھا، اور دوسرا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ سوال ایک والہانہ اور عاشقانہ گویا گزارش تھی، جو کہ سَراسَر محبت اور اشتیاق پر مبنی تھی، اس کا منشاء بنی اسرائیل کی طرح ضِد اور عناد ہرگز بھی نہیں تھا (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن فجر کی نماز ادا اور مَردوں کو باجماعت پڑھنے کی فضیلت

جمعہ کا دن ہفتے بھر کے تمام دِنوں میں سب سے زیادہ اور فضیلت اور برکت والا دن ہے، اور اس کی رات بھی فضیلت وبرکت والی رات ہے؛ اس لیے اس دن کے فضائل وبرکات کا آغاز صبح سویرے سے ہوجاتا ہے، اور اسی وجہ سے مَرد حضرات کو جمعہ کے دن فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی احادیث وروایات میں دوسرے دِنوں کی بنسبت زیادہ فضیلت آئی ہے اور عورتوں کو کیونکہ تنہا اپنی رہائش گاہوں میں باپَردہ طریقے پر نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، اس لیے ان شاء اللہ تعالیٰ اُن کو یہ فضیلت اپنی رہائش گاہوں میں فجر کی نماز اپنے وقت پر اَدا پڑھنے سے حاصل ہوجائے گی۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے حمران سے فرمایا کہ کیا تمہیں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نہیں پہنچا:

اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ عِنْدَاللهِ صَلاَةُ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ جَمَاعَةٍ (بیهقی فی شعب الایمان ،باب افضل الصلوات عند الله صلاة الصبح یوم الجمعة فی جماعة، حدیث نمبر ۲۹۰۹)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین نماز جمعہ کے دن فجر کی نماز ہے، جو باجماعت پڑھی گئی ہو'' (ترجمہ ختم)

حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا مِنَ الصَّلَوَاتِ صَلاَةٌ اَفْضَلُ مِنْ صَلاَةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِى الْجَمَاعَةِ وَمَااَحْسَبُ مَنْ شَهِدَهَا مِنْكُمْ اِلَّامَغْفُوْرًالَهُ (معجم کبیر للطبرانی، جزء ۱ صفحه ۱۵۸ ؛ ''تصحیح السیوطی حسن'' جامع صغیر ج ۵ رقم حدیث ۷۶۶۹)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن باجماعت پڑھی جانے والی فجر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز فضیلت والی نہیں ہے، اور جو بھی اس نماز میں حاضر ہوا تو میں اُسے بخشا ہوا ہی خیال کرتا ہوں'' (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت مسند بزار میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ صَلاۃُ الصُّبحِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْ جَمَاعَۃٍ وَمَااَحْسِبُ شَھِدَھَا مِنْکُمْ اِلَّا مَغْفُوْراً لَہٗ، وَلاَ نَعْلَمُ رَوٰی ھٰذَا الْکَلاَمَ اِلَّا اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ (مسند البزار جلد۲ صفحہ۱۹۴، حدیث نمبر ۱۲۷۹)

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن باجماعت پڑھی جانے والی فجر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز فضیلت والی نہیں ہے، اور جو بھی اس نماز میں حاضر ہوا تو میں اُسے بخشا ہوا ہی خیال کرتا ہوں؛ اور ہمارے خیال میں صرف ابوعبیدۃ بن جراح نے ہی اس سند کے ساتھ اس کلام کو روایت کیا ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَانَعْلَمُ صَلاۃً اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلاۃِ الصُّبْحِ جَمَاعَۃً یَوْمَ الْجُمُعَۃِ (سنن کبریٰ بیھقی جلد۱۰، صفحہ ۲۱)

ترجمہ: ’’ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نماز جمعہ کے دن فجر کی باجماعت نماز سے زیادہ فضیلت رکھتی ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

اور علامہ مناوی رحمہ اللہ جمعہ کے دن کی فجر کی نماز کی دوسری نمازوں پر فضیلت کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لِاَنَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَفْضَلُ اَیَّامِ الْاُسْبُوْعِ وَالصُّبْحُ اَفْضَلُ الْخُمُسِ عَلٰی مَااقْتَضَاہُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ (فیض القدیر للمناوی جلد۲ صفحہ ۵۳،حدیث نمبر ۱۲۷۳) [۱]

ترجمہ: ’’کیونکہ جمعہ کا دن ہفتہ کے سب دِنوں سے افضل ہے، اور فجر کی نماز پانچوں نمازوں میں افضل ہے، جیسا کہ اس حدیث کا تقاضا ہے (لہٰذا جمعہ کے دن فجر کی نماز سب نمازوں سے افضل ہوئی)‘‘ (ترجمہ ختم)

---

[۱] نیز ایک اور مقام پر امام مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امایوم الجمعة فهو یومه الذی اصطفاه واستأثر به علی الایام فختم به آخر الخلق وهو آدم واما صلاة الغداة فان من شهد الصبح فی جماعة فهو فی ذمة الله لانهٗ وقع فی شهودهٖ وقربهٖ فاذا وقف عبدا لشهوده فی یومه کان فی ستره وذمته والستر المغفرة والذمة الجوار فرغب المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک الصلاة بما کشف لهٗ من الغطاء واجمل الکشف فاحتیج للشرح (فیض القدیر جلد۵ صفحہ ۴۸۶، حدیث نمبر ۷۶۶۹)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابو ہاشم زیاد بن ایوب بن زیاد الطّوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا لقب ''دلویہ'' تھا، اصلاً آپ طوس کے باشندے تھے، آپ کی ولادت ۱۶۶ھ میں ہوئی، ۱۸۱ھ میں علمِ حدیث حاصل کرنا شروع کیا، ہشیم بن بشیر، ابوبکر بن عیاش، زیادہ بن عبداللہ البکائی، معتمر بن سلیمان، عباد بن العوام، عبداللہ بن ادریس اور اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، جبکہ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابوالقاسم البغوی، احمد بن علی الجوزجانی اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کو علمِ حدیث میں خصوصی مہارت کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ''شعبۃ الصغیر'' کہا جاتا تھا، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''علمِ حدیث زیاد بن ایوب سے حاصل کرو کیونکہ یہ شعبۃ الصغیر ہیں''

امام ابواسحاق الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''روئے زمین پر احادیث کے معاملے میں زیاد بن ایوب سے زیادہ کوئی ثقہ نہیں''

آپ سے مروی ایک حدیث میں حضورﷺ نے یہ دعا ارشاد فرمائی:

کہ اے اللہ میری امت کے صبح کے وقت میں برکت ڈال دیجئے (اور راوی فرماتے ہیں کہ) حضورﷺ جب بھی کوئی جماعت یا کوئی لشکر کسی مہم کی طرف روانہ فرماتے تھے تو ہمیشہ صبح سویرے ہی اُسے روانہ فرمایا کرتے تھے (حدیث کے راوی حضرت صخر رضی اللہ عنہ تجارت پیشہ صاحب تھے جو صبح صبح ہی اپنے غلاموں کو سامانِ تجارت دے کر روانہ کیا کرتے تھے، جس سے وہ دولتمند ہوگئے اور نبی کریمﷺ کی دعا کی برکت سے ان کا مال کافی زیادہ ہوگیا)'' (ترمذی)

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۱۲۲، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۴۲، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص ۶۰، تھذیب الکمال ج۹ ص ۴۳۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۳ھ**: میں حضرت ابوہشام مؤمل بن ہشام الیشکری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اسماعیل بن علیۃ رحمہ اللہ کے داماد تھے، اسماعیل بن علیۃ، ابومعاویہ محمد بن خازم الضریر اور ابوعباد یحیٰ

بن عباد الضبعی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الکندی الصیرفی، ابوبکر احمد بن محمد بن ابراہیم الکندی، احمد بن یعقوب المقری البغدادی اور بکر بن احمد بن مقبل القزاز البصری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج ۲۹ ص ۱۸۷، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۴۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۳ھ**: میں حضرت ابوجعفر ہارون بن سعید بن ہیثم بن محمد ہیثم بن فیرز السعدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوجعفر الایلی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۷۰ھ میں ہوئی، اور عبدالملک بن محمد بن عطیۃ السعدی کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: اشہب بن عبدالعزیز، ابوحمزہ انس بن عیاض، بشر بن بکر التنیسی، خالد بن نزار، سفیان بن عیینۃ اور عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ابراہیم بن مطرح، احمد بن عبداللہ بن عباس الرازی اور احمد بن مراد بن عیسیٰ الجہنی رحمہم اللہ، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۳۰ ص ۹۲، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۵ھ**: میں حضرت ابوعمر حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مسلکِ مالکی کے ایک بہت بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے، آپ کی ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی، آپ نے حضرت لیث رحمہ اللہ کی بھی زیارت کی، ابن القاسم، ابن وہب، ابنِ عیینۃ، اشہب اور یوسف بن عمر رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، احمد بن الحارث (یہ آپ کے بیٹے ہیں) عبداللہ بن احمد، یعقوب بن شیبہ اور ابویعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو فتنہ خلقِ قرآن کے ابتلاء کے زمانے میں بغداد بلوایا، لیکن آپ نے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر مامون کی بات نہیں مانی اور اسی بات پر ڈٹے رہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، اس کی پاداش میں مامون نے آپ کو قید کردیا، مامون کے بعد جب جعفر المتوکل خلیفہ بنا تو اس نے آپ کو رہا کیا، آپ نے کچھ عرصہ بغداد میں حدیث کی تعلیم دی، اس کے بعد مصر لوٹ آئے (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۵ھ**: میں حضرت ابوسعید عبداللہ بن محمد بن رمح المہاجر التجیبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کو ابومعبد البصری کہا جاتا تھا، ابن وہب رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ ماجہ، بکر بن سہل الدمیاطی اور محمد بن محمد بن الاشعث رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر بن

المقری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے مصر کے مشائخ سے سنا کہ ان کی وفات ان کے والد سے پہلے ہوئی تھی'' (تھذیب التھذیب ج٦ ص ٨)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵٦ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن منذر بن زید الاودی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ الطریقی کے نام سے مشہور تھے، احمد بن مفضل الحضری، اسحاق بن منصور السلولی، سفیان بن عیینۃ، عبداللہ بن نمیر، عبیداللہ بن موسیٰ اور عثمان بن سعید الزیات رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوبکر احمد بن جعفر بن محمد بن اصرم البجلی، احمد بن حسین بن اسحاق الصوفی الصغیر اور ابوعلی احمد بن محمد بن مصقلہ الاصبہانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ نے ساری عمر میں ۵۵ کے قریب حج کئے (تھذیب الکمال ج ٢١ ص ١٤٧)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵٦ھ: میں حضرت ابوالاسد حارث بن اسد بن معقل الھمدانی المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، بشر بن بکر التنیسی رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، نسائی، ابراہیم بن میمون الصواف العسکری، ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف بن جوصی الدمشقی اور ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۲۳/ ربیع الاول منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی (تھذیب الکمال ج۵ ص ٢٠٨، تھذیب التھذیب ج٢ ص ١١٦)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵۷ھ: میں شیخ الوقت حضرت ابوسعید عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی تصانیف بہت کثرت سے ہیں، آپ نے حدیث کی سماعت ہشیم بن بشیر، ابوبکر بن عیاش، عبداللہ بن ادریس، عقبہ بن خالد، عبدالسلام بن حرب، ابوخالد الاحمر، زیاد بن حسن بن فرات اور ابومعاویہ رحمہم اللہ سے کی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ترمذی، ابوزرعۃ، ابوحاتم، یعقوب الفسوی، ابوبکر بن خزیمہ، ابویعلیٰ الموصلی، زکریا الساجی، عمر بن محمد بن بجیر، یحییٰ بن محمد بن صاعد اور ابوبکر بن ابوداؤد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''آپ اپنے زمانے کے امام تھے'' حضرت محمد بن احمد بن بلال الشطوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ان سے زیادہ حافظے والا کسی کو نہیں دیکھا'' ۹۰ سال کی عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ١٢ ص ١٨٣، تذکرۃ الحفاظ ج٢ ص ٥٠٢)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فرس بن ذؤیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوعبداللہ الذہلی کے نام سے مشہور تھے، آپ کو آپ کے علمی مرتبہ کی وجہ سے عالم اہل المشرق کہا جاتا تھا، اسی طرح خراسان کے محدثین کے امام کے لقب سے بھی آپ مشہور تھے،

حفص بن عبداللہ، حفص بن عبدالرحمٰن، حسین بن ولید، علی بن ابراہیم البنانی، مکی بن ابراہیم اور علی بن حسن بن شقیق رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اس کے علاوہ خراسان، بغداد، کوفہ، واسط، مدینہ، یمن، مصر، جزیرۃ میں آپ کے اساتذہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، آپ کو نیشاپور میں اسی طرح کا مقام ومرتبہ حاصل تھا جس طرح کا مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ کو بغداد میں اور امام مالک رحمہ اللہ کو مدینہ میں حاصل تھا، سعید بن ابومریم، ابوجعفر النفیلی، عبداللہ بن صالح، عمرو بن خالد، محمود بن غیلان، محمد بن سہل بن عسکر، محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن اسحاق الصاغانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جب آپ کی وفات ہوئی تو میدانِ حسین نامی جگہ میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا، اورخراسان کے امیر محمد بن طاہر بھی آپ کے جنازے میں شریک ہوئے، ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے علی بن المدینی نے فرمایا کہ ''تم (عظیم محدث) امام زہری کے وارث ہو'' امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ اپنے زمانے کے امام تھے'' امام ابوبکر بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں'' حضرت ابوعمرو احمد بن نصر الخفاف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے محمد بن یحییٰ کو (فوت ہونے کے بعد) خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا، میں نے پوچھا کہ آپ نے جو احادیث روایت کی ان کا کیا معاملہ ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان احادیث کو سونے کے پانی کے ساتھ لکھا گیا، اوران کو علیین مقام پر پہنچایا گیا (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۳۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۸۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۱ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن خلف الحدادی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اسحاق بن ابراہیم الرازی الاعرج، اسحاق بن منصور السلولی، اسماعیل بن ابان، حسین بن حسن الاشقر اور حسین بن علی الجعفی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بخاری، ابوذر احمد بن محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی، حسین بن اسماعیل المحاملی، عبداللہ بن حسن بن اسید اور عبداللہ بن علی بن جارود رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج ۲۵ ص ۱۶۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن حمار الطہرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ طہران مقام کے رہنے والے تھے، اوراسی کی طرف منسوب ہیں، آپ نے طلبِ علم کے لئے کئی سفر کئے، عسقلان کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی (المنتظم ج ۲ ص ۴۶۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۲ھ**: میں حضرت ابویوسف یعقوب بن شیبہ بن صلت بن عصفور السدوسی

البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: علی بن عاصم، یزید بن ہارون، روح بن عبادۃ، ازہر بن سعد السمان، بشر بن عمر الزہرانی، جعفر بن عون، ابو عامر العقدی، شجاع بن ولید اور عبداللہ بن بکر السہمی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: محمد بن احمد بن یعقوب اور یوسف بن یعقوب الازرق رحمہما اللہ، آپ علمِ حدیث کے ایک بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی طور پر بھی بہت مالدار تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۴۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۷۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۲ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن میمونی الاسکندرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ میمون کے نام سے مشہور تھے، اصلاً آپ بغداد کے رہنے والے تھے، لیکن بعد میں اسکندریہ منتقل ہوگئے، اور اسکندریہ ہی کی طرف منسوب ہوئے، ولید بن مسلم، سفیان بن عیینۃ اور مسلم بن میمون الخواص رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابوداؤد، نسائی، ابوعوانۃ، ابوبکر بن ابوداؤد، ابنِ جوصا، ابوجعفر الطحاوی اور ابوبکر بن زیاد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۴۸۰، تهذیب الکمال ج۲۵ ص ۵۶۵، المنتظم ج۳ ص۴۶۸، تهذیب التهذیب ج۹ ص ۲۵۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۲ھ**: میں حضرت ابوعلی حسین بن سعید الفارسی البزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، سفیان بن عیینۃ اور معمر بن سلیمان رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن محمد الادمی، قاضی محاملی اور سعید بن الاعرابی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۵۲۱، المنتظم ج۳ ص ۴۶۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۴ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن داؤ بن عبداللہ البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے اور ابنِ اختِ غزال کے نام سے مشہور تھے، سعید بن داؤد الزنبری، احمد بن عبدالملک الحرانی، احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابوجعفر الطحاوی اور علی بن احمد الصیقل رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حدیث کے معاملے میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، آپ سے مروی ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''صفائی ایمان کا حصہ ہے'' (مسلم)

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۳۸، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۵۶، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص ۱۲۲، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۵۹، تاریخِ بغداد ج۵۴ ص ۳۱۵، المنتظم ج۳ ص ۴۷۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۴ھ**: میں حضرت ابوجعفر احمد بن یحیٰ بن زکریا الاودی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بہت عبادت گذار اور صوفی منش انسان تھے، ابراہیم بن محمد بن میمون الکوفی، احمد بن مفضل الحضری، اسحاق بن منصور السلولی، اسماعیل بن ابان الوارق اور اسماعیل بن بہرام الخراز رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں،

نسائی، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار، احمد بن ہارون بن روح البردیجی، حسین بن اسحاق التستری، زکریا بن یحییٰ الساجی اور عبداللہ بن ابی داؤد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔
(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۵۱۸، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۷۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۴ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن یعقوب بن حبیب الغسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوالنضر اسحاق بن ابراہیم، احمد بن ابوالحواری، ابومسہر، عبداللہ بن یزید بن راشد المقری، سلامۃ بن بشر، محمود بن خالد اور آدم بن ابی ایاس رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مروان، محمد بن محمد بن ملاس، ابوالدحداح، صاعد بن عبدالرحمٰن البراد، ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابوالدرداء الصرفندی اور ابراہیم بن محمد بن الحسن بن متویہ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ہفتہ کی رات دمشق میں وفات ہوئی (تاریخ دمشق ج ۵۶ ص ۲۸۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۶۵ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک الرمادی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ الرمادی کے نام سے مشہور تھے، عبدالرزاق، زید بن الحباب، یزید بن ہارون، ابوداؤد الطیالسی، ہاشم بن القاسم، عبیداللہ بن موسیٰ، اسود بن عامر اور عفان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، اسماعیل القاضی، ابنِ ابی الدنیا، ابوالعباس بن سریج، ابوعوانہ، ابونعیم بن عدی، ابنِ ابی حاتم اور محاملی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۹۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن ہشام بن ملاس النمیری الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ملاس کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۷۳ھ میں ہوئی، مروان بن معاویۃ الفزاری، حرملہ بن عبدالعزیز، اسماعیل بن عبداللہ السکری اور متوکل بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، یحییٰ بن صاعد، ابوعوانہ الاسفرائینی، ابراہیم بن ابوالدرداء، ابوعلی الحصائری، ابوالعباس الاصم اور ابوحامد بن حسنویہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۵۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۳ھ:** میں حضرت ابونعیم فضل بن عبداللہ بن مخلد بن ربیعۃ الجرجانی المخلدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ہارون بن محمد بن بکار بن بلال، عباس بن ولید بن صبح الخلال، ہشام بن خالد، قتیبۃ بن سعید، احمد بن سعید الدارمی اور عیسیٰ بن حماد زغبہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابنِ عدی، ابوالحسین الرازی، زبیر بن عبدالواحد الاسد اباذی، ابوبکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی، ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی اور ابوبکر محمد بن احمد بن العوام الجرجانی رحمہم اللہ، آپ سے

مروی حدیث میں حضورﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''جس نے کسی بدعتی آدمی کو عزت دی اس نے اسلام کو گرانے پر اعانت کی'' (المعجم الاوسط للطبرانی)

پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ دمشق ج۴۸ ص ۳۴۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۴ھ:** میں حضرت ابوالحسن عبدالملک بن عبدالحمید بن عبدالحمید بن شیخ الجزیرۃ میمون بن مہران المیمونی الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،، آپ امام احمد رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد تھے، اور بڑے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا، اسحاق بن یوسف الازرق، حجاج بن محمد، محمد بن عبید الطنافسی، روح بن عبادۃ، مکی بن ابراہیم، عبداللہ القعنبی اور عفان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام نسائی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سننِ نسائی'' میں آپ سے روایت کرتے ہیں اور آپ کو انہوں نے حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے، ابوعوانہ الاسفرائینی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری، ابوعلی محمد بن سعید الحرانی، محمد بن منذر اور ابراہیم بن محمد بن متویہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ اپنے زمانے میں رقّہ مقام کے بڑے عالم اور مفتی شمار ہوتے تھے

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۹۰، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۰۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۵ھ:** میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن یحییٰ بن نیزک بن صالح بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن مرۃ الہمدانی القومسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ربیع بن یحییٰ الاشنانی، سلیمان بن حرب الواشحی، ابوظفر عبدالسلام بن مطہر الازدی، عمرو بن حصین العقیلی اور قاسم بن امیۃ الحذاء رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن حمدویہ السمر قندی، ابوالحارث اسد بن حمدویہ النسفی، محمد بن جعفر السمر قندی، محمد بن صالح بن محمود الکرابیسی اور محمد بن عثمان بن مشمرج النسفی البغدادی رحمہم اللہ، سمرقند کے مقام پر بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور محمد بن نصر نیشاپوری رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی

(تہذیب الکمال ج۱ ص ۴۷۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۷ھ:** میں حضرت ابوجعفر احمد بن خلیل بن ثابت البغدادی البرجلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (البرجلانیۃ بغداد شہر کا ایک محلّہ تھا اور اس کی طرف آپ منسوب تھے) واقدی، ابوالنضر، اسود بن عامر شاذان اور حسن الاشیب رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عثمان بن سماک، ابوبکر النجاد اور محمد بن جعفر بن ہیثم الانباری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

''وفی سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۶۹ مات فی سنۃ تسع وسبعین و مائتین'' (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۰۵ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۷۸ھ:** میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن محمد بن ابوعوف المزنی الصفار رحمہ اللہ کی

Idara Ghufran

وفات ہوئی،عون بن سلام الکوفی ، ابوجعفر عبداللہ بن محمد النفیلی ، عمرو بن خالد الحرانی ، یحییٰ بن ایوب ، حماد بن مالک الحرستانی ، محمد بن اسماعیل بن عیاش اور محمد بن عبید بن حساب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی ، عبدالملک بن محمود بن سمیع ، ابو المیمون بن راشد ، احمد بن سلیمان بن حذلم ، محمد بن ہارون بن عبدالرحمٰن الدارانی اور ابواسحاق بن ابوثابت رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ، دمشق میں وفات ہوئی۔

(تاریخ دمشق ج ۶۱ ص ۲۰۶)

□ ......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوقبیصہ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عمارۃ بن قعقاع البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سعدویہ الواسطی ، عاصم بن علی اور سعید بن محمد الجرمی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن السماک ، ابوبکر الشافعی اور خطبی رحمہم اللہ، اسماعیل الخطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوقبیصہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ نے کس دن تلاوت کی (کیونکہ یہ تیز قرآن پڑھنے میں مشہور تھے) تو ابوقبیصہ نے اس بات کو ٹال دیا اور مجھے جواب نہیں دیا، میں نے جب زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا'' کہ میں نے گرمیوں کے دنوں میں ایک دن میں چار قرآن مجید ختم کیے، اور پانچویں ختم میں جب میں سورہ التوبۃ میں پہنچا تو عصر کی اذان ہورہی تھی''

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۹۲)

□ ......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۴ھ**: میں حضرت ابوخالد عبدالعزیز بن محمد بن امیۃ العتابی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضور ﷺ کے دور میں مقرر کیئے گئے امیرِ مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، ابوعاصم النبیل ، ازہرالسمان ، اشہل بن حاتم ، جعفر بن عون اور بدل بن محبر رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالعباس السراج ، ابوسعید بن الاعرابی ، ابوعلی الحصائری ، خیثمہ الاطرابلسی ، ابوعمرو بن السماک ، ابراہیم بن اسحاق بن ابوالدرداء اور فاروق بن عبدالکبیر الخطابی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ نے مصر میں حدیث کا علم پھیلایا اور بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۸۳)

□ ......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۵ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن عمران بن ایوب بن مقلاص الخزاعی المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی، عبدالعزیز بن عمران (یہ آپ کے والد ہیں) سعید بن کثیر بن عفیر ، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ، یوسف بن عدی اور زید بن بشیر رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی ، نسائی ، عبداللہ بن جعفر بن الورد ، عبداللہ بن محمد بن جعفر القزوینی اور یحییٰ بن محمد بن صاعد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التہذیب ج۷ ص ۴۱۸)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۷ھ**: میں حضرت ابو یزید یوسف بن یزید بن کامل بن حکیم القراطیسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امیرِ مصر عبدالعزیز بن مروان کے آزاد کردہ غلام تھے، اسد بن موسیٰ السنۃ، سعید بن ابی مریم، عبداللہ بن صالح الکاتب اور حجاج بن ابراہیم الازرق رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، عبداللہ بن جعفر بن الورد، علی بن محمد الواعظ اور سلیمان بن احمد الطبر انی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۵۵، تهذیب التهذیب ج ۱۱ ص ۳۷۷)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۸ھ**: میں حضرت ابو علی بشر بن موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۹۰ھ میں ہوئی، روح بن عبادہ رحمہ اللہ سے صرف ایک حدیث روایت کرتے ہیں، حفص بن عمر العدنی، اصمعی، ھوذہ بن خلیفہ اور حسن بن موسیٰ الاشیب رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، اسماعیل الصفار، ابنِ نجیح، ابو عمر الزاہد، ابو علی بن الصواف، ابو بکر الشافعی، ابو القاسم الطبرانی اور ابو بکر القطیعی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۵۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۳)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۸ھ**: میں حضرت ابو زکریا یحییٰ بن عثمان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ الحربی کے نام سے مشہور تھے، اصلاً آپ سجستان کے باشندے تھے، لیکن بغداد میں رہتے تھے، ہقل بن زیاد، سوید بن عبدالعزیز، بقیۃ بن الولید، اسماعیل بن عیاش اور ابو الملیح حسن بن عمر الرقی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابو زرعۃ، ابو حاتم الرازی، ابو بکر بن ابی الدنیا، محمد بن عبدوس بن کامل، علی بن حسین بن حبان، ابراہیم بن اسباط بن سکن اور احمد بن علی الآبار رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخ دمشق ج۶۴ ص ۳۲۹)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۸ھ**: میں حضرت ابو الفضل عباس بن حمزہ بن عبداللہ بن اشرس نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ہشام بن خالد، احمد بن ابی الحواری، دحیم، قتیبۃ بن سعید، اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ اور عبداللہ بن جراح القہستانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابو العباس السراج (یہ آپ کے ہم عصر ہیں) ابراہیم بن محمد بن سفیان، ابو یحییٰ زکریا بن حارث، محمد بن صالح بن ہانیٔ اور ابو الطیب محمد بن عبداللہ بن مبارک الشعیری رحمہم اللہ، حضرت ابو عمرو اسماعیل بن نجید السلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''عباس بن حمزہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ حضرت ذی النون کی صحبت کا اثر ہے'' (تاریخ دمشق ج۲۶ ص ۲۴۸)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۸۹ھ**: میں حضرت ابو محمد بکر بن اسہل بن اسماعیل بن نافع الدمیاطی رحمہ اللہ

کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۹۶ھ میں ہوئی، نعیم بن حماد، عبداللہ بن یوسف التنیسی، عبداللہ بن صالح، سلیمان بن ابوکریمۃ، شعیب بن یحییٰ، محمد بن مخلد الرعینی اور صفوان بن صالح رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوجعفر الطحاوی، ابوالعباس الاصم، علی بن محمد الواعظ، احمد بن عتبہ الرازی، ابواحمد العسال اور ابوالقاسم سلیمان الطبرانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں ''دمیاط'' کے مقام پر وفات ہوئی۔

''وفی تاریخ دمشق مات سنة سبع وثمانین ومائتین : ج۱۰ ص ۳۸۰''(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۲۶)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۹۱ھ:** میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن سعید بن ابوزرعۃ المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، عبدالرحمان بن یعقوب بن ابوعباد المکی القلزمی، عمرو بن خالد الحرانی اور یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، نسائی، ابوعلی حسن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالسلام اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(تہذیب الکمال ج۱۹ ص ۱۵۳، تہذیب التہذیب ج۷ ص ۴۲)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۹۱ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن نضر بن سلمہ بن جارود العامری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوبکر الجارودی کے نام سے مشہور تھے، احمد بن ابراہیم الدورقی، احمد بن حفص بن عبداللہ السلمی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن بہرام، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری اور حمید بن مسعدۃ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، نسائی، ابوعمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص الخیری، ابوالعباس احمد بن محمد بن عامر بن المعمر الازدی، عبدالرحمان بن ابوحاتم الرازی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حضرت حکم ابوعبداللہ فرماتے ہیں: ''ابوبکر الجارودی اپنے زمانے کے شیخ اور علماء کی آنکھوں کا تارا تھے'' بدھ کی رات وفات ہوئی، ابوعمرو الخفاف رحمہ اللہ نے میدان الحسین نامی جگہ میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور امیرِ شہر احمد بن اسد آپ کے جنازے میں شریک ہوئے اور واپس پیدل تشریف لے گئے

(تہذیب الکمال ج۲۶ ص ۵۵۵، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۵۷، تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۳۳)

☐......**ماہِ ربیع الاول ۲۹۳ھ:** میں حضرت ابونعیم فضل بن عبداللہ بن مخلد التمیمی الجرجانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، قتیبۃ بن سعید، عیسیٰ بن حماد، ابوالطاہر بن السرح، محمد بن مصفی اور ہشام بن خالد رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوجعفر العقیلی، زبیر بن عبدالواحد، ابواحمد بن عدی اور ابوبکر الاسماعیلی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۷۴)

مفتی محمد رضوان

دہلی کا ایک سفر (قسط۱)

بتاریخ ۱۷/ صفر ۱۴۲۹ھ 25 فروری 2008ء بروز پیر بندہ بمع اپنے اہلِ خانہ اپنے اعزہ واقرباء سے ملاقات کے لئے ہندوستان کے دارالحکومت ’’دہلی‘‘ کے سفر پر گیا، جہاں سے ۳۰ صفر ۱۴۲۹ھ 9 مارچ 2008 بروز اتوار واپسی ہوئی۔ بندہ کے ہمراہ اس سفر میں اہلیہ اور بچوں کے علاوہ، والدہ محترمہ اور ہمشیرہ صاحبہ بھی تھیں۔ بندہ کا یہ سفر ریل کے ذریعہ سے ہوا، لاہور سے سوار ہوکر پاکستان کے واہگہ (Wahga) اور پھر ہندوستان کے اٹاری (Attary) بارڈر سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ ہندوستان کے سفر اور دہلی میں قیام اور یہاں سیر وتفریح کے دوران جو تاثرات بندہ کے دل و دماغ میں اُبھرے، بعض احباب کی خواہش پر ان کو قلمبند کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اگرچہ پاک و ہند کے موجودہ تعلقات اور دونوں طرف کے عوام کے ذہنوں میں پائی جانے والی کشیدگی کی وجہ سے ممکن ہے کہ بعض باتیں طرفین یا کسی ایک طرف کے لیے ناگوار محسوس ہوں، لیکن خالیُ الذہن ہوکر نیک نیتی، اعتدال اور انصاف پسندی سے جائزہ لیا جائے گا تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فائدے سے خالی نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

اس سفرنامہ کے بعض واقعات وحالات تاریخی مطالعہ یا میرے مشاہدہ پر مبنی ہیں، اور بعض مختلف معتبر لوگوں سے سُنے ہیں یا دہلی میں قیام کے دوران اخبارات وغیرہ میں ملاحظہ کیے ہیں۔

لاہور سے اٹاری تک

آج کل لاہور سے دہلی جانے کے لیے ہفتے میں دو ٹرینیں چلتی ہیں، اور دہلی سے بھی اسی ترتیب پر ہفتے میں دو مرتبہ پاکستان کے لیے ٹرین آتی ہے، لیکن ہندوستان کے اٹاری بارڈر پر پاک وہند کی ٹرینیں تبدیل ہوجاتی ہیں۔

ٹرین کے علاوہ آج کل بس اور ہوائی جہاز سے بھی ہندوپاک کے درمیان سفر کی سہولت موجود ہے۔

ہمارا یہ سفر بعض وجوہات کی بنا پر ٹرین کے ذریعہ سے ہوا۔

بتاریخ ۱۷ صفر ۱۴۲۹ھ 25 فروری 2008ء بروز پیر صبح آٹھ بجے لاہور سے انڈیا جانے کے لیے سمجھوتہ ایکسپریس (Samjhota Express) مسافروں کو لے کر واہگہ (Wahga) بارڈر کے لیے روانہ ہوئی، لاہور سے پاکستان کا واہگہ بارڈر زیادہ فاصلے پر نہیں ہے، پون گھنٹہ کے لگ بھگ کا سفر کرکے یہ

Idara Ghufran

ٹرین واہگہ بارڈر پہنچ گئی۔ لاہور میں سمجھوتہ ایکسپریس ٹرین تک صرف انہی مسافروں کو جانے دیا گیا جن کے پاس پاسپورٹ اور ٹکٹیں تھیں، اور وہ انڈیا جارہے تھے، غیر متعلقہ لوگوں کو ٹرین تک پہنچنے سے باز رکھا گیا، سیکورٹی کے لحاظ سے یہ اچھا طریقہ تھا، البتہ راستہ میں بے ڈھنگے طریقہ پر لوگوں کے سامان موجود ہونے کی وجہ سے ٹرین تک مسافروں کو پہنچنے میں کچھ مشکلات ضرور پیش آئیں۔

لاہور سے مسافروں نے ٹرین میں کسی درجہ میں اپنی ریزرو سیٹوں پر بیٹھنے کا اہتمام ضرور کیا، مگر بہت سے لوگوں کے سامان راستہ میں رکھنے کی وجہ سے کچھ مشکل بھی پیش آئی۔ لاہور سے واہگہ اور واہگہ سے اٹاری تک کا سفر کرنے کے لیے یہ پاکستانی ٹرین تھی۔ واہگہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں گرد وغبار بہت زیادہ تھی، جو کہ ٹرین کی کھڑکیاں وغیرہ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ٹرین کے اندر مسافروں تک پہنچ گئی، جس کی وجہ سے مسافروں کو کچھ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرین واہگہ بارڈر پر پہنچ گئی، یہاں ٹرین کے رُکنے کے ساتھ ہی لوگوں نے ٹرین سے اُتر کر اسٹیشن پر موجود سامان لے جانے کے لیے ہاتھ سے چلانے والی ٹرالیاں اور ریڑھیاں حاصل کیں، ان پر سامان رکھ کر اُنہیں اندر انٹری اور کسٹم والی مخصوص جگہ پہنچانا تھا۔

ٹرین سے اُترنے کے ساتھ ہی مسافروں کے پاس بے شمار ایجنٹ پہنچ گئے، جو لوگوں سے سامان پر کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لیے سودے بازی کررہے تھے، اور اس کے نتیجہ میں سامان کُھلے بغیر کسٹم سے بچنے کی دعوت دے رہے تھے، بے شمار مسافروں کے پاس تو تجارت وغیرہ کا غیر معمولی سامان تھا، انہوں نے ایجنٹوں سے کچھ لے دے کر کسٹم سے بچنے کی بات چیت کی، اور سامان کُھلے بغیر کسٹم سے گزر گئے، ہمارے پاس کیونکہ تجارت کا سامان نہ تھا، اس لیے الحمدللہ تعالیٰ قانونی طریقہ پر آسانی کسٹم سے فراغت حاصل ہوگئی۔

یہاں انٹری اور کسٹم کے معاملات میں کچھ بدنظمی کی وجہ سے قدرے پریشانی کا سامنا ہوا؛ دو، ڈھائی گھنٹہ کے بعد کسٹم کے معاملات سے فارغ ہوکر دوبارہ تمام مسافر اسی ٹرین میں اٹاری بارڈر پہنچنے کے لیے سامان سمیت تشریف لے آئے۔ واہگہ سے اٹاری (Attary) تک باوجود سیٹیں بک ہونے کے اکثر مسافروں نے اپنی سیٹوں پر بیٹھنے کا اہتمام نہیں کیا اور جس کو جہاں جگہ ملی وہ وہاں بیٹھ گیا، اس کے علاوہ بہت سے مسافروں نے اٹاری پہنچ کر وہاں اپنا سامان جلدی نیچے اتارنے کی غرض سے ریل کے ڈبوں کے دروازوں پر ہی جمع کیا ہوا تھا، اور بیت الخلاؤں کے دروازوں کو بھی بند کیا ہوا تھا، اور اندر سے سیٹیں خالی تھیں، جس کی وجہ سے بہت سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

پاکستان کے واہگہ (Wahga) بارڈر سے گزرنے کے بعد راستہ میں مختلف مقامات پر اور مختلف طریقوں سے ہندوستان کے سیکورٹی گارڈ سرحد پر کڑی نگرانی کرتے ہوئے نظر آئے، سرحد کے قریب ریل کے دائیں بائیں جانب ایک حد تک گھوڑوں پر سوار محافظین بھی نگرانی کرتے ہوئے ریل کے ساتھ چلتے رہے، لوگوں سے اس کی غرض یہ معلوم ہوئی کہ ریل سے کسی انسان یا سامان کے اُترنے چڑھنے پر نظر رکھی جاسکے

ہندوستان کے اٹاری بارڈر پر

تھوڑی دیر کے بعد سمجھوتہ ایکسپریس انڈیا کے اٹاری بارڈر پر پہنچ گئی۔ ہندوستان کا اٹاری (Attary) بارڈر پوری طرح سیل تھا، اور پاک و ہند کے مسافروں کے ریل سے اترنے اور کسٹم والی جگہ کسی غیر متعلقہ شخص یا سامان کی آمدورفت کے تمام امکانات بظاہر ختم کردیئے گئے تھے، اسی کے ساتھ جگہ جگہ محافظین اور نگرانی کرنے والے گارڈ بھی پوری طرح چوکس کھڑے ہوئے تھے اور فضول غپ شپ میں مشغول ہونے کے بجائے اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ تھے۔ اٹاری (Attary) بارڈر پر اترنے کے بعد سب سے پہلے مسافروں نے دہلی تک ٹرین کے ٹکٹ حاصل کرنا تھے؛ اس کے لئے ریلوے کی طرف سے مخصوص فارم بھر کر ٹکٹ حاصل کئے جاسکتے تھے، بعض لوگوں نے خود اور اکثر لوگوں نے وہاں پر موجود ایجنٹوں سے فارم پُر کرائے، ان فارموں میں مکمل نام، پاسپورٹ نمبر اور مکمل پتہ اور تاریخ وغیرہ کا اندراج کرنا ہوتا ہے، ٹکٹ دیتے وقت ریلوے کے عملہ نے اس تفصیل کو اپنے پاس موجود کمپیوٹر ریکارڈ میں محفوظ کرلیا اور پھر ٹکٹ کی رقم، عمر، سیٹ نمبر وغیرہ کی تفصیل کے ساتھ کمپیوٹر سے ٹکٹ جاری کیا۔

اس کے بارے میں واقف کاروں سے معلوم ہوا کہ اس طریقۂ کار سے ایک طرف تو ریلوے کے محکمہ کے پاس مسافروں کے کوائف اور ان کی پوری تفصیل محفوظ ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی مخصوص عمر کے لوگوں کے لئے ہندوستان کے ریلوے کے محکمہ نے جو ٹکٹ کے نرخوں میں مراعات رکھی ہوئی ہیں، اُن کے مطابق ٹکٹ کا اجراء ہوجاتا ہے، اور ریلوے کے ملازمین کے لئے مسافر یا محکمہ کی ناجائز رقم حاصل کرنے کے امکانات بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ اور اس طرح ٹکٹ جاری کرنے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ریل میں کسی بھی قسم کا کوئی حادثہ ہوجائے تو متاثرہ افراد، یا ملزم وغیرہ کی شناخت میں بھی آسانی رہتی ہے

ان تمام وجوہات کے پیشِ نظر ٹرین میں بیٹھنے کے بعد ہر مسافر کو اپنی نامزد ریزرو (Reserve) شدہ سیٹ پر بیٹھ کر ہی سفر کرنے کی اجازت تھی، اگر کوئی شخص غیر متعلقہ سیٹ پر بیٹھا ہوا، یا سامان اپنی متعلقہ سیٹ سے

الگ رکھا ہوا سیکورٹی گارڈوں کو نظر آیا تو اس کو اپنی متعلقہ سیٹ پر پہنچانے کی سخت پابندی کرائی گئی۔

اٹاری (Attary) بارڈر پر انٹری کے لئے ہر پاسپورٹ کے مندرجات کے ضروری کوائف مخصوص فارموں پر درج کئے گئے۔ یہاں انٹری کے لئے ہندوستانی باشندوں کے الگ اور پاکستانی باشندوں کے الگ الگ کاؤنٹر بنے ہوئے تھے، اسی کے ساتھ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جانے والے مسافروں کو بھی مختلف کاؤنٹروں میں تقسیم کیا گیا تھا، مثلاً جو پاکستانی باشندے دہلی شہر کے پتے پر جارہے تھے ان کے لئے الگ کاؤنٹر تھا اور اس کے باہر دہلی کا نام واضح طور پر لکھا گیا تھا، اسی طرح دوسرے مخصوص علاقوں کے کاؤنٹرز مقرر تھے۔ انٹری ہر ایک بندے کو دیکھ کر اور متعلقہ فرد کے فارم پر دستخط کرا کر یا انگوٹھا لگوا کر کی گئی۔

اٹاری میں مسافروں کے بیٹھنے کے لئے کرسیاں نصب تھیں۔

انٹری کے وقت ہی ہر ایک کے پاسپورٹ نمبر کے آخر میں آنے والے ہندسہ کے مطابق کاؤنٹر پر انٹری کرائی تھی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس ضابطہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے انٹری کا اندراج کرنے میں سہولت اور کسٹم کرنے والوں اور مسافروں کی آپس میں ملی بھگت کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔

ٹکٹ کی خریداری اور انٹری کی ابتدائی کارروائی کے بعد کسٹم کا مرحلہ تھا، یہاں کسٹم کا نظام کافی سخت اور بعض جہات سے اصولی اور معیاری تھا، یہاں پر بغیر سامان کی تلاشی کے صرف لے دے کر کسی کو گزرنے نہیں دیا گیا، تلاشی تقریباً تمام مسافروں کے سامان کی لی گئی اور سامان کا ایکسرے کرایا گیا اور غیر قانونی سامان کو ضبط کیا گیا اور بعض چیزوں پر قانونی طور پر کسٹم ڈیوٹی بھی لگائی گئی، اور کسٹم کے بعد گاڑی تک پہنچنے کے لئے بھی مختلف مراحل پر پوری چھان بین سے کام لیا گیا، ظاہر ہے کہ اس قسم کے مراحل سے پوری ٹرین کے مسافروں کو گزرتے گزرتے کافی وقت خرچ ہوجاتا ہے۔ ٹرین میں بیٹھنے سے پہلے ریلوے محکمہ کی طرف سے منظور شدہ وزن سے زیادہ سامان ہونے کی صورت میں اس کا کرایہ بھی وصول کیا گیا۔

لیکن قدم قدم پر بلاوجہ کی رشوت کا میدان یہاں کافی گرم نظر آیا۔

اٹاری سے دہلی کے لیے روانگی

اب تمام مسافروں نے اٹاری (Attary) سے ٹرین میں سوار ہوکر دہلی پہنچنا تھا، جہاں سے اتر کر مسافروں نے اپنی اپنی متعلقہ منازل پر جانا تھا، واہگہ (Wahga) سے چلنے کے بعد سمجھوتہ ایکسپریس (Samjhota Express) اٹاری (Attary) بارڈر پر بارہ بجے کے لگ بھگ پہنچی تھی، یہاں کسٹم سے

فارغ ہوتے ہوتے رات ہوگئی تھی، شام چار بجے سے پہلے دہلی جانے کے لیے پہلے سے لائن پر کھڑی ریل کے دروازے کھول دیے گئے، رات کے تقریباً آٹھ بجے یہاں سے انڈیا کی ٹرین دہلی کی طرف روانہ ہوئی، اس ٹرین میں ہر مسافر کو لیٹنے کے لئے برتھ فراہم کی گئی تھی۔سیٹیں، کھڑکیاں اوران کے شیشے سلامت اورصحیح حالت میں تھے اور ہر سیٹ کی الگ سے لائٹین نصب تھیں، جن کو بند کرنے اور کھولنے کے بٹن بھی ساتھ ہی نصب تھے اور رات کو سونے کے وقت جلانے کے لئے ہلکی روشنی کے بلب بھی نصب تھے ہر ڈبے میں بیت الخلاء اور ہاتھ منہ دھونے کے لئے بیت الخلا کے اندر اوراس کے باہر بیسن لگے ہوئے تھے، جن کے سامنے منہ وغیرہ دیکھنے کے لیے شیشے نصب تھے، اور ہر ڈبے میں مستقل طور پر سیکورٹی کا معقول انتظام تھا، گاڑی کے چلتے ہی ٹکٹ چیکر بھی پہنچ گیا تھا جس نے مسافروں کو اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھنے کا سختی کے ساتھ اہتمام کرایا، راستے اور دروازوں میں اوراسی طرح غیر متعلقہ مقام پر رکھا ہوا سامان اٹھوا دیا گیا، جس کی وجہ سے مسافروں کو گزرنے، اٹھنے بیٹھنے اور پیشاب پاخانے کا تقاضا پورا کرنے میں کافی سہولت محسوس ہوئی۔

اٹاری (Attary) سے دہلی لے جانے والی یہ ٹرین رات بھر کے سفر میں کسی مقام پر ٹھہری نہیں، مسلسل چلتی رہی، البتہ رفتار بعض مقامات پر ہلکی ضرور ی ہوئی، لیکن اکثر مقامات پر غیر معمولی رفتار سے چلتی رہی، راستے میں بہت سی مسافر ٹرینیں اور مال گاڑیاں ساتھ والے ٹریک سے تیز رفتاری کے ساتھ گزرتی رہیں۔

پوری رات ہر ڈبے میں متعین گارڈز پوری طرح چاک و چوبند رہے اور ہر مسافر کی اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے نگرانی کرتے رہے جس کی وجہ سے ریل میں رات بھر سکون رہا، ریل کی سیٹیں کافی کشادہ تھیں اور ریل کے دونوں اطراف میں دائیں بائیں اوراوپر نیچے لیٹنے کی سیٹیں سلیقے سے بنی ہوئی تھیں۔

دہلی میں

یہ ٹرین سحری کے وقت تقریباً چار بجے دہلی کے اسٹیشن پر پہنچ کر اپنی مخصوص جگہ ٹھہرگئی، جہاں سے اُتر کر مسافر اپنی اپنی متعلقہ منزلوں کی طرف روانہ ہوگئے۔ہم نے دہلی شہر کے مغربی علاقے ''اتم نگر'' (UttamNagar) جانا تھا، اسٹیشن سے ہندوستان کی سادہ طرز کی ''پھٹ پھٹ سیوا'' نامی گاڑی کے ذریعہ سے اتم نگر پہنچے، اس سادہ طرز کی ہندوستانی گاڑی میں سارا سامان سما گیا اور ہم خود بھی۔اسی دن وہاں پولیس کے مخصوص محکمہ میں اپنے ایک میزبان محمد اعظم صاحب کے ہمراہ ترکمان گیٹ جاکر آمد لکھائی اوراس کے بعد واپس گھر آگئے۔دہلی کے جس علاقے میں ہمارا قیام رہا وہ علاقہ اتم نگر کہلاتا ہے جو دہلی شہر کے مغرب (West) میں واقع ہے اور یہ علاقہ

باہری (بیرون) دہلی بھی کہلاتا ہے، اس کے علاوہ چند رشتہ داروں کے یہاں دہلی کے شمال (North) میں واقع بھرم پوری اور بستی نظامُ الدین کے علاقوں میں بھی جانا ہوا۔ نیز دہلی کے مختلف علاقوں میں رشتہ داروں سے ملنے اور گھومنے پھرنے کے لئے جانا ہوا۔ لیکن کیونکہ ہمارے پاس صرف دہلی شہر کا ویزا تھا اور دہلی شہر سے باہر جانا غیر قانونی تھا اس لئے شہر سے باہر جانے سے گریز کیا گیا۔ البتہ سہارنپور، گنگوہ وغیرہ سے رشتہ دار واعزہ دہلی میں آ کر ہی ملاقات کرتے رہے، اور ہمارے دہلی میں قیام کے عرصہ میں مہمانوں کا میلہ سا لگا رہا۔ دہلی کو عام پنجابی زبان میں ''دِلّی'' اور انگلش میں ''Delhi'' کہا اور لکھا جاتا ہے۔

دہلی اس وقت بھارت کا دارُالحکومت ہے، اور صدیوں تک یہ برِصغیر کا دارُالحکومت بھی رہا ہے۔

اور ۱۱۹۳ عیسوی سے لے کر ۱۸۵۸ عیسوی میں بہادُر شاہ ظفر کی معزولی تک اکثر مسلمان فرمانرواؤں کا دارُالحکومت اور پایۂ تخت بھی یہی شہر رہا ہے۔

دہلی کا سب سے پہلا خود مختار مسلم فاتح فرمانروا ''ایبک''

اگر چہ مسلمان فرمانرواؤں کی طرف سے ہندوستان پر کامیاب حملوں کا آغاز تو محمد بن قاسم کے ذریعہ سے 712ء میں ہو چکا تھا، اور اس کے بعد برصغیر کے مختلف علاقوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن دہلی کی فتح باقاعدہ شہابُ الدین محمد غوری ولد غیاث الدین (غوری خاندان) کے زمانے میں اس کے نائبُ السلطنت سلطان قطبُ الدین ایبک کے ذریعہ سے ۱۱۹۳ عیسوی میں ہوئی۔

قطب الدین ایبک پہلا مسلم فرنروا تھا جو تخت دہلی پر متمکن ہوا، فاتحِ دہلی کی حیثیت سے قطب الدین ایبک نے اپنی وفات تک بیس سال حکومت کی، ان بیس سالوں میں سے ابتدائی سولہ سال وہ سلطنت کے نائب کی حیثیت سے حکمران رہا، اور اس کے بعد 1206 عیسوی سے 1210 عیسوی تک چار سال خود مختار شہنشاہ کی حیثیت سے برسر اقتدار رہا۔ اور اس نے برصغیر میں ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی اور داغ بیل ڈالی، جو کسی بیرونی سیاسی مرکز کے ماتحت اور تابع نہ تھی، اور برصغیر میں سب سے پہلے مسلم حکمران کی حیثیت سے اسی کا نام سکوں پر کندہ ہوا، اس نے برصغیر میں اپنے بعد ایک منظّم اور طاقت ور حکومت چھوڑی، اور اسلام کی عمل داری کا جو پودا اس سرزمین پر اس نے کاشت کیا وہ صدیوں تک سرسبز و شاداب رہا۔ مگر قدرت کے کرشمے دیکھئے قطب الدین ایبک ترکی نسب سے تعلق رکھتا تھا، اور ابتداء میں محمد غوری بن سلطان غیاث الدین کا غلام رہ چکا تھا، سلطان محمد غوری برصغیر میں ترک سلطنت کا بانی تھا، اس نے قطب الدین ایبک کی جوہری صلاحیتوں کو دیکھ کر اپنا نائب مقرر کیا تھا، اور قطب الدین ہی کے ذریعہ برصغیر میں خاندانِ غلامان کی بنیاد قائم ہوئی۔

سلطان قطب الدین ایبک ایک مضبوط اور راسخ العقیدہ مسلمان اور اسلام کی اشاعت وترقی کا خواہاں، اور تنگ نظری وتعصب سے بالاتر ہوکر اعتدال کی پالیسی پر عمل پیرا تھا، تمام مؤرخین اس کی سخاوت کی تعریف کرتے ہیں، ۱۲۱۰ءکو لاہور میں انتقال ہوا، اور انارکلی بازار کے قریب دفن ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک نے دہلی کی فتح کی یادگار میں ایک عظیم الشان مینار تعمیر کرایا، جس کو آج کل ''قطب مینار'' کہا جاتا ہے، مگر اس مینار کی تکمیل سلطان کی زندگی میں نہ ہوسکی، اس کی وفات کے بعد آنے والے اسلام کے ایک اور عظیم فرمانروا سلطان شمس الدین التمش نے اس مینار کی تکمیل کی۔

یہ مینار نیچے سے چوڑا اور اوپر سے پتلا مخروط (conic) شکل میں دوسو بیالیس (242) فٹ کی بلندی رکھتا ہے، اور برصغیر میں اسلامی یادگاروں میں ایک منفرد وممتاز حیثیت رکھتا ہے اور فنِ تعمیر کا نادر شاہکار ہے۔

قطبُ الدین ایبک کے بعد

سلطان قطبُ الدین ایبک کے بعد شمسُ الدین التمش کا دور آیا اور مسلمانوں کی حکمرانی کا سلسلہ عروج کی طرف چلتا رہا، سلطان قطب الدین ایبک کے ذریعہ سے ۱۲۰۶عیسوی میں خاندانِ غلاماں کی جو ابتداء ہوئی، اس کا سلسلہ ۱۲۹۰عیسوی تک تقریباً ۸۴سال جاری رہا۔ [۱]

اس کے بعد خاندانِ خلجی کی حکومت کا سلسلہ شروع ہوا، جس کا پہلا حکمران سلطان جلال الدین فیروز خلجی تھا جو ۱۲۹۰عیسوی کو تخت نشین ہوا، خلجی خاندان کی حکومت کا سلسلہ ۱۳۲۰عیسوی تک تقریباً ۳۰ سال چلتا رہا، خلجی خاندان کا آخری حکمران قطب الدین مبارک خلجی تھا۔

اس کے بعد ۱۳۲۰عیسوی سے لے کر ۱۴۱۲عیسوی تک بانوے سال سلطنتِ دہلی پر تغلق خاندان کی حکمرانی رہی، خاندانِ تغلق کا سب سے پہلا حکمران غیاث الدین تغلق تھا، ۱۳۹۸عیسوی میں امیر تیمور نے جو کہ سمرقند کا تخت نشین تھا ہندوستان پر حملہ کردیا، تیمور طوفان آندھی کی طرح برصغیر میں وارد ہوا، اور صرف ۱۵ دن دہلی میں قیام پذیر رہا، اور اس کے بعد بھگولے کی طرح واپس لوٹ گیا، لیکن برصغیر کو جس قدر نقصان اس کے حملے سے ہوا، اس سے پہلے اتنا نقصان کسی اور حملے سے نہیں ہوا تھا، اس کے حملے نے دہلی

---

[۱] خاندانِ غلاماں کے زمانے میں مغلوں (اسلام لانے سے پہلے سابقہ نام منگولوں) نے بغداد اور نیشا پور پر جو قیامت توڑی اور ظلم وستم ڈھائے تھے، اگر اُن کو پیشِ نظر رکھا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ سلطان شمسُ الدین التمش اور غیاثُ الدین بلبن ان دونوں کا یہ کارنامہ ہی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ انہوں نے مغلوں کو پے بہ پے شکست دی اور اس وجہ سے ہندوستان اُن کی صاعقہ باری اور قہرِ سامانی سے محفوظ رہ گیا (مسلمانوں کا عروج زوال صفحہ ۲۵۱)

اور پنجاب کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اوراس علاقہ کی تمام دولت سمیٹ کر لے گیا، اوران علاقوں کے لاکھوں لوگ یا تو مارے گئے یا قیدی بنالئے گئے ،جس کے نتیجے میں تغلق خاندان کا وقار اور دبدبہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا، ہندوستان پر ۱۴۱۴عیسوی سے ۱۴۵۱عیسوی تک تقریباً ۳۸ سال خاندانِ سادات کی حکومت رہی، اس خاندان میں صرف چار بادشاہ ہوئے ،لیکن سید فرمانروا دہلی کی سلطنت کی قدیم عظمت کو بحال نہ کر سکے،۱۴۵۱عیسوی سے ۱۶۲۶عیسوی تک ۷۵سال خاندانِ لودھی نے حکمرانی کی۔

۱۵۲۶عیسوی سے ہندوستان میں ظہیرالدین بابر کے ذریعہ سے مغلیہ حکومت کا آغاز ہوا،ظہیرالدین محمد بابر کے بعد اس کا بیٹا نصیرالدین ہمایوں اور پھر اس کا بیٹا جلال الدین محمد اکبر اس کے بعد نورالدین محمد جہانگیر اور پھر شہاب الدین محمد شاہجہان کی حکمرانی کا دور آیا۔ [۱]

اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر کا دور شروع ہوا،اورنگزیب عالمگیر کے بعد شاہ عالم بہادرشاہ اول کے دورِ اقتدار میں مغلوں کے عروج کا دور انحطاط کا شکار ہوگیا،اور چراغ گُل ہونے لگا،1858ء عیسوی میں مغلیہ خاندان کا آخری حکمران بہادر شاہ ظفر معزول کر کے رنگون میں جلاوطن کردیا گیا، اس کے بعد انگریز قوم نے بڑے شاطرانہ طریقہ پر برطانوی تاج کا تسلط قائم کردیا،اور دہلی کی سلطنت کا آغاز جو خاندانِ غلاماں سے شروع ہوا تھا وہ خاندانِ خلجی، خاندانِ تغلق، خاندانِ سادات، اور خاندانِ لودہی سے ہوتا ہوا خاندانِ مغلیہ (پانچویں خاندان) پر ختم ہوا، اگر محمد بن قاسم کے بعد غوری خاندان کی فتوحات کو شامل نہ کیا جائے اور قطبُ الدین ایبک سے شمار کیا جائے تو ساڑھے چھ صدیوں سے زائد عرصہ پر محیط تھا؛لیکن بقول مولانا سعید احمد اکبرآبادی پھر انقلاب کی بادِ تیز وتُند کا ایک ایسا جھکڑ آیا جس نے ان کی شمعِ اقبال کو اس ملک میں بالکل خاموش کردیا،اور آج تک وہی عالم ہے (مسلمانوں کا عروج وزوال)

یہ ہندوستان اور خاص کر دہلی پر مسلمان حکمرانوں کی طویل داستان کا مختصر خلاصہ تھا۔

سلاطینِ ہند کے دَور میں صوفیاء، علماء و مبلغین

مسلمان سلاطینِ ہند کے دور میں بڑے بڑے صوفیائے کرام اور مبلغین کی بھی ایک لمبی داستان ہے اوراس میں دہلی کا کردار بہت اعلیٰ رہا ہے، دہلی مسلمانوں کا وہ تاریخی شہر ہے جس میں عجیب عجیب باکمال ہستیاں پیدا ہوئیں، کچھ وہیں کی خاک سے اٹھی، اور کچھ اطرافِ عالم سے آ کر وہاں جمع ہوئی، ان سب نے دہلی کو ایک زمانے تک اسلامی علم وتہذیب کا مرکز بنائے رکھا۔

---

[۱] ہمایوں اور اکبر کے درمیان میں ۱۵۴۰عیسوی سے ۱۵۴۵عیسوی تک شیر شاہ سوری شہنشاہِ ہند رہا۔

دہلی کی اسلامی عظمت کا آغاز بغداد کی 1285 عیسوی میں ہلاکو خان کے ہاتھوں مسلم عظمت کے زاوال سے جڑا ہوا ہے، ادھر تاتاریوں کے ہاتھوں عباسی خلافت کا سورج غروب ہوا، ادھر علماء فضلاء اور صوفیاء کی ہندوستان آمد نے سرزمینِ ہند کو علم وتقویٰ کے چار چاند لگا دیئے، اور بعض حضرات کے بقول بغداد، بصرہ، بخارا کے آسمان پر چمکنے والے ستارے وہاں غروب ہوئے تو یہاں طلوع ہوئے، خاندانِ غلاماں وخلجی کے دور میں اسلامی ہند کی عظمت انتہائی عروج پر پہنچی، اس دور میں دہلی کے اندر ایسے باکمال علماء فضلاء جمع ہوگئے، جن کی نظیر بغداد، بصرہ اور بخارا وغیرہ میں ملنا مشکل تھا، یہاں تک کہ ان اسلامی مرکزوں کی تصنیف ہونے والی کتابیں اسی وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب دہلی کے علماء ان کی تصدیق وتوثیق کردیتے تھے۔

خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، مخدوم علاؤالدین صابر، شیخ نظام الدین اولیاء، نصیرالدین محمود چراغ دہلی، شیخ بہاؤالدین زکریا، حضرت بوعلی قلندر، لال شہباز قلندر اور شیخ محدث اور اُن کے بیٹے عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی سینکڑوں مقدس ہستیاں اس زرخیز علاقے میں اپنی شمع روشن کرتی رہیں، اور خاص طور پر دہلی بزرگوں کی زیادہ توجہ کا مرکز رہی، انہیں باکمال اور قابل ترین ہستیوں کے سلسلے میں مرزا مظہر جانِ جاناں، حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کا ایک طویل خاندان [1]، حضرت سید احمد شہید اور حضرت مولانا اسماعیل شہید، استاذُ الکل حضرت مولانا مملوک علی، اور پھر بعد کے زمانے میں مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، سبحان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ شامل ہیں۔

ظاہر ہے کہ دہلی جس سے مسلمانوں کا ایک طویل رشتہ وابستہ ہے، اس میں پہنچ کر ان یادوں کا ذہن میں گھومنا ایک فطری بات تھی۔

دہلی کی میٹرو (Metro) ٹرین

دہلی میں ہمارے مختصر قیام کے دوران دہلی کے اندرونی علاقوں کے لئے میٹرو ٹرین سے سفر کرنے کا موقع ملا، دہلی شہر جس کی آبادی اس وقت ایک کروڑ سے زائد بتلائی جاتی ہے، ایسے غیر معمولی آبادی والے علاقے میں سڑکوں پر لوگوں اور گاڑیوں کی آمدورفت بھی ایک مشکل مرحلہ ہے، سڑکوں پر ٹریفک کے غیر معمولی دباؤ سے بچنے کے لئے دہلی میں لوکل ٹرین کا پروگرام ترتیب دیا گیا ہے جس کو میٹرو ٹرین کا نام دیا گیا ہے۔ میٹرو

[1] حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ولادت اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے چار سال پہلے ۱۷۰۳ عیسوی میں ہوئی، آپ کے بڑے فرزند حضرت شاہ عبدُ العزیز اور حضرت شاہ رفیعُ الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر اور چوتھے شاہ عبدُ الغنی تھے۔

نامی یہ ٹرین کا سلسلہ دہلی شہر کے لوگوں کے لئے ایک محلّہ اور علاقہ سے دوسرے محلّہ اور دوسرے علاقہ کے سفر کے لئے شروع کیا گیا ہے، اور ہمارے ایک میزبان محمد اعظم صاحب نے بتلایا کہ یہ سسٹم اپنی عمدہ کارکردگی کے باعث بہت کامیاب چل رہا ہے۔ اور میٹرو ٹرین کا یہ نظام بعض یورپ کے ممالک میں جاری پروگرام کے طرز پر ترتیب دیا گیا ہے۔ دہلی کے بیشتر علاقوں میں تو یہ سلسلہ پہنچ چکا ہے اور بعض علاقوں میں بڑی تیزی سے کام جاری ہے۔ اکثر علاقوں میں میٹرو ٹرین کے ڈبل ٹریک سڑکوں کے اوپر غیر معمولی بلندی پر اس ترتیب سے بنائے گئے ہیں، کہ سڑک کے درمیان میں کچھ کچھ فاصلہ پر مضبوط ستون (Pillars) کھڑے کئے گئے ہیں، جن کو اوپر لیجا کر ان کے دائیں بائیں بیم نکال کر اور ان کے اوپر مضبوط لینٹر ڈال کر ٹرین کی لائینیں بچھا دی گئی ہیں، جن پر دونوں اطراف سے ساتھ ساتھ میٹرو ٹرین کی آمد و رفت ہوتی ہے۔

اس وقت میٹرو ٹرین کو تین حصوں (Routs) میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے سفر کی منزل ایک دوسرے سے مختلف اطراف میں ہے اور تینوں حصوں میں کُل ملا کر مجموعی طور پر ۶۰ کے قریب اسٹیشن قائم ہیں، جن میں بعض بڑے محلوں کے دو دو اسٹیشن بھی شامل ہیں۔ بعض مقامات پر اوپر نیچے ڈبل ٹریک بھی ہیں، خاص طور پر وہاں جہاں سے دو روٹس کی ٹرینوں کا میل ہے؛ چند ایک اسٹیشنوں کے علاوہ تقریباً ہر اسٹیشن پر میٹرو ٹرین تک پہنچنے کے لئے لفٹیں (Lifts) لگائی گئی ہیں، اور میٹرو ٹرین کا یہ پورا سسٹم کمپیوٹرائزڈ ہے، یہ ٹرین بجلی کے ذریعے چلتی ہے۔ جس کے لئے ہمیشہ بجلی مہیا رکھی جاتی ہے۔ میٹرو ٹرین کے اوقات کار صبح چھ بجے سے رات دس بجے تک ہیں، ان اوقات میں ہمہ وقت مسافروں کی غیر معمولی تعداد میٹرو سے سفر کرتی ہے، اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد خواہ امیر ہوں یا غریب میٹرو سے سفر کرنا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ آجکل روڈوں پر ٹریفک کے بے تحاشا رش اور بھیڑ کی وجہ سے جہاں ایک طرف آمد و رفت میں وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے، اس کے ساتھ دوسری طرف گاڑیوں کی پارکنگ میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں، اور گاڑی کے سڑک پر حادثہ ہو جانے یا کسی بھی جگہ پارک کرنے کے بعد چوری ہو جانے کے خطرات بھی اس دور میں بہت زیادہ ہیں۔

محمد اعظم صاحب کے بقول میٹرو ٹرین کے ذریعہ سفر کرنے والے ان تمام مشکلات و مسائل سے محفوظ ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ میٹرو ٹرین مکمل طریقہ پر ایئر کنڈیشن ہے، جس کی وجہ سے مسافروں کی گرمی، سردی اور گرد و غبار سے حفاظت رہتی ہے۔ میٹرو ٹرین میں سفر کے دوران مسافروں کو باری باری ہندی اور انگریزی زبان میں مختلف ہدایات ٹرین کے ڈبوں میں جگہ جگہ لگے ہوئے اسپیکروں کے ذریعہ سے سنائی جاتی ہیں مثلاً:

اگلا اسٹیشن فلاں ہے، اور میٹرو ٹرین اور اس کے کسی بھی اسٹیشن پر کھانا پینا اور کھانے پینے کا

Idara Ghufran

سامان ساتھ رکھنا اور لیجانا منع ہے۔اور یہ کہ: خواتین، مریضوں، اور بزرگوں وغیرہ کو سیٹ فراہم کی جائے، اور لاوارث سامان ملنے کی صورت میں میٹرو پولیس اور سیکورٹی کو اطلاع کی جائے، کیونکہ اس میں بم وغیرہ ہوسکتا ہے، اور یہ کہ ٹرین میں جیب کتروں اور چوروں کے موجود ہونے کے امکانات ہیں اس لئے اپنی جیبوں اور سامان کی حفاظت رکھی جائے، اور یہ کہ کھڑکی سے ٹکٹ لینے کی زحمت سے بچنے کے لئے میٹرو میں سفر کے لئے ایڈوانس رقم جمع کرا کر کارڈ کا استعمال کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ مسافر دروازوں سے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

میٹرو کے اسٹیشنوں پر سیکورٹی اور چیکنگ کا سخت انتظام ہے، اسٹیشن کے اندر داخل ہونے والے خواتین اور مرد تمام حضرات کی الگ الگ تلاشی لی جاتی ہے اور ہاتھ میں لئے ہوئے سامان کی بھی، خواتین کے لئے پردہ کی الگ سے جگہیں مقرر کی گئی ہیں، اس کے علاوہ حفاظتی دروازہ سے گزر کر اسٹیشن سے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔مختلف اسٹیشنوں کا قریب اور دور ہونے کے لحاظ سے کرایہ مختلف ہے، اور ٹکٹ دراصل ایک خاص پلاسٹک کے گول ٹوکن (Tokens) کی بناوٹ کے ہوتے ہیں۔اس ٹوکن کو نیم قدِ آدم کے برابر بنے ہوئے خاص الیکٹرک دروازے کے سامنے پہنچ کر مخصوص جگہ چھوا جاتا ہے جس سے دروازہ کھل جاتا ہے اور اس سے ایک مرتبہ میں صرف ایک آدمی ہی گزر سکتا ہے؛ ایک فرد کے گزرنے کے بعد یہ دروازہ خود بخود بند ہوجاتا ہے۔واپس نکلتے وقت اس ٹوکن کو اسی الیکٹرک دروازے میں بنے ہوئے سوراخ میں ڈالدیا جاتا ہے جس سے دروازہ کھل جاتا ہے، اگر غلط اسٹیشن پر اتر کر کسی نے اس ٹوکن کو اس دروازے میں ڈالا (جہاں کے لئے یہ ٹوکن نہیں خریدا گیا تھا) تو اس کو وہ سوراخ قبول نہیں کرتا۔بعض اوقات رش زیادہ ہونے کے وقت ٹکٹ خریداروں کی لمبی قطاریں لگ جاتی ہیں۔میٹرو میں سفر کرنے کے لئے ایڈوانس رقم جمع کرا کر مخصوص کارڈ جاری کرائے جاسکتے ہیں، جن کو وقت بچانے کی خاطر عموماً وہ حضرات استعمال کرتے ہیں جو روزمرہ یا کثرت سے میٹرو سے سفر کرتے ہیں، میٹرو کے اس نظام میں یہ خوبی ہے کہ سب مراحل آناًفاناً اور بہت جلد انجام پاتے ہیں اور کسی بھی مرحلے پر انسان کو اتنی دیر ٹھہرنے کا احساس نہیں ہوتا جس سے اسے انتظار کی مشقت کا سامنا کرنا پڑے، میٹرو ٹرین کی آمدورفت تقریباً ہر پانچ منٹ کے بعد ہوتی ہے، اور محمد اعظم صاحب نے بتلایا کہ بیک وقت دہلی شہر کے اندر ستّر۔اسّی کے لگ بھگ میٹرو ٹرینیں مصروفِ عمل ہیں، اور میٹرو ٹرین کی وجہ سے دہلی شہر میں روڈوں پر ٹریفک کا دباؤ کم ہوگیا ہے، اور روڈوں پر چلنے اور پارکنگ والی گاڑیوں کا رش کم ہوجانے سے بہت سہولت ہوگئی ہے۔اور آجکل کی مصروف زندگی میں وقت کی بچت لوگوں کے لئے بہت اہم چیز ہے، میٹرو ٹرین سے لوگوں کو یہ فائدہ بھی حاصل ہورہا ہے۔ (جاری ہے......)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

کیا چاند پر کوئی تصویر ہے؟

آجکل بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ:

چاند پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی تصویر نظر آ رہی ہے، جس کا بے شمار لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں، اور یہ پیغام دوسروں تک پہنچانے سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر کوئی اس بات پر یقین نہ کرے تو بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ کہ فلاں شخص نے یہ پیغام اتنے لوگوں کو پہنچایا تو اسے فلاں فلاں فوائد حاصل ہوئے۔ اور فلاں شخص نے اس بات پر یقین نہ کیا تو اس نے فلاں نقصان اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی باتوں کو سن کر عام لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور وہ اس سلسلہ میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے رابطہ کرتے ہیں، یا پھر خود سے ہی کوئی رائے قائم کر لیتے ہیں، اس قسم کی صورتِ حال میں ظاہر ہے کہ شرعی اور دینی حوالہ سے جواب معلوم ہونے کی ضرورت ہے، تو سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ چاند ایک مجسم چیز ہے، جس کی زمین ہموار نہیں ہے، اور جب وہ بحکمِ الٰہی زمین اور سورج کے بالکل درمیان میں حائل نہیں ہوتا، بلکہ اس سے کچھ ہٹا ہوا ہوتا ہے، تو سورج کی روشنی اس پر پڑنے سے جتنے حصہ پر سورج کی روشنی پڑتی ہے، وہ حصہ روشن ہو کر زمین والوں کو دکھائی دیتا ہے۔

اور چاند کی زمین کے غیر ہموار ہونے کی وجہ سے زمین والوں کو اس پر جھائیاں نظر آتی ہیں، اور چاند کے زمین سے دُور، قریب اور زمین کی طرف اس کی مختلف اطراف ہونے اور درمیان میں بادلوں کے حائل ہونے یا گزرتے رہنے کی وجہ سے اس کی جھائیوں کے زاویئے بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

اور ان جھائیوں کے متعلق جس طرح کا تصور اور نظریہ قائم کر کے انسان ان جھائیوں کو دیکھنا شروع کر دے تو اسے نفسیاتی اور تخیّلاتی طور پر اسی طرح کی شبیہ کا احساس ہونے لگتا ہے، اوپر سے جب دوسرے کی طرف سے پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ بات کہی جائے اور نہ ماننے کی صورت میں نقصان سے بھی ڈرایا جائے تو پھر ایک عام شخص کو یہ احساس بہت زیادہ ہونے لگتا ہے، اور اسی وجہ سے لوگ دوسروں کو قائل کرنے کے لئے اس قسم کی شرطیں اور قیدیں لگا دیتے ہیں، تاکہ لوگ ڈر کر ہماری بات کے قائل ہو جائیں،

اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن مختلف لوگوں کی طرف سے چاند پر مختلف چیزوں کی شبیہ ہونے کے دعوے کئے جاتے رہتے ہیں۔

چند سال پہلے ایک بد بخت اور گمراہ شخص ''گوہر شاہی'' نام کا، زندگی بھر مرنے تک یہ دعویٰ کرتا رہا کہ چاند میں اس کی تصویر ہے، اور لوگوں کو اس چیز کا قائل کرنے کے لئے اس کی طرف سے بعض پمفلٹ اور کتابچے بھی شائع ہوتے رہے، جن میں مختلف زاویوں سے چاند پر اپنی تصویر کا دعویٰ کیا جاتا تھا کہ آپ اس پمفلٹ کو اس زاویہ سے چند بار لے کر چاند کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ کو حقیقت تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا؛ وغیرہ۔

اب وہ شخص تو دنیا سے رخصت ہو چکا اور اپنے مقام پر پہنچ چکا ہے۔ اُس وقت بھی جو لوگ کمزور عقیدے اور کمزور نفسیات کے تھے وہ جب اس خاص ذہن اور تصور کے ساتھ چاند کو دیکھتے تھے تو گوہر شاہی کے دعوے کو مان کر اس کے عقیدت منداور اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے تھے، لیکن جن لوگوں کا عقیدہ وایمان کچھ مضبوط تھا، وہ اس گمراہی سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محفوظ ہے۔

ایک زمانے میں بعض اہلِ تشیع کی طرف سے اس قسم کا پمفلٹ شائع ہوا تھا کہ چاند پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کی شبیہ ہے، اور آپ چند بار گہرائی اور غور سے اس پمفلٹ میں لکھے ہوئے نام کو سامنے رکھ کر چاند کو دیکھیں گے تو آپ کو اس بات میں صداقت نظر آئے گی۔ اور اس پمفلٹ پر ''علی'' ایسے انداز سے لکھا تھا، جس میں جگہ جگہ کچھ ٹیڑھ پن دیا ہوا تھا، تا کہ وہ چاند پر نظر آنے والی جھائیوں کی شبیہ کے کچھ مشابہ اور قریب ہو جائے، اس وقت بھی بعض لوگ اہلِ تشیع کی اس بات کی قائل ہو گئے تھے، اور بھی اس سے ملتے جلتے واقعات وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چاند کی جھائیوں سے مختلف اوقات میں مختلف لوگ بے سروپا دعوے کرتے رہے ہیں اور مختلف جھانسے دے کر لوگوں کے ایمان وعقائد سے کھیلتے رہے ہیں، مگر اولاً تو اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں دوسرے یہ حق وباطل کا معیار بھی نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ ایک نفسیاتی قاعدہ ہے کہ کوئی بھی اس طرح کی جھائیوں والی چیز لے لی جائے اور ان جھائیوں میں کوئی انسان مختلف زاویوں سے اپنے تخیلات وتصورات کے مطابق تانے بانے بُننے لگے تو اس کو اپنے تخیلات وتصورات حقیقی محسوس ہونے لگتے ہیں۔

ہمیں بچپن میں کہا جاتا تھا کہ **''چاند پر بڑھیا چرخہ کات رہی ہے''** اس بات کو سُن کر ہم بچپن میں وقتاً فوقتاً مختلف زاویوں (Angles) سے چاند کو دیکھتے تھے، ہمیں اول وہلہ میں تو ایسا کچھ چاند پر محسوس نہ ہوتا تھا، لیکن بار بار دیکھتے رہنے اور لوگوں کی اس بات کا ذہن پر اثر ہونے کی وجہ سے نفسیات وتخیلات اس کے مطابق کام کرنا شروع کر دیتے تھے اور ہمیں لگنے لگتا تھا کہ واقعی ''چاند پر بڑھیا بیٹھ کر چرخہ کات رہی ہے'' اور یہ بڑھیا کا جسم ہے اور یہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور یہ چرخہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

پھر بڑے ہو کر جب کچھ سمجھداری اور شعور پیدا ہوا تو اس تخیل کی حقیقت معلوم ہوئی۔

اور جہاں تک اس کے حق وباطل کا معیار ہونے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق وباطل کا معیار دلائل کے ساتھ ہمارے سامنے پوری طرح کھول دیا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے، قرآن وسنت اور صحابۂ کرام کی جماعت حق وباطل کی کسوٹی اور معیار ہے۔

ہمارا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن وسنت پر ایمان ہے، جو کسی چیز کے چاند پر نظر آنے یا نہ آنے پر موقوف نہیں، نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعل مبارک یا کسی بھی چیز کی شبیہ چاند پر نظر آنے کو حق وباطل کا معیار قرار دیا، اور نہ ہی قیامت سے پہلے اس طرح کا کوئی واقعہ ہونے کی پیشگوئی بیان فرمائی، اور اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتنوں کے دور کی نشانیاں اور قربِ قیامت کی علامات بیان فرمائیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کے کمزور بے سروپا عقائد ونظریات کا پرچار اور ان کا قائل ہونا قربِ قیامت اور فتنوں کے دور کی نشانیوں میں سے ہے۔ پھر اس قسم کی باتوں پر یقین کرنے والوں کا ایمان کسی چیز پر ٹھہرتا بھی نہیں، نہ جانے آئندہ چل کر بھی کیا کیا دعوے اس قسم کے سامنے آئیں۔

بہر حال جو آجکل چاند پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی شبیہ کا چرچا ہے گذشتہ تفصیل سے اس کی حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ کوئی حق وباطل کا معیار نہیں، اس سلسلہ میں ایک بات تو یہ یاد رکھنے کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا جو نقشہ بعض لوگوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے، اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے مطابق قرار دیئے جانے کی سو فیصد تصدیق کرنا قابلِ غور ہے، اگرچہ اس کی تکذیب بھی نہیں کی جا سکتی، اور احتیاط اس میں ہے کہ اس میں توقف وسکوت اختیار کیا جائے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط نسبت خدانخواستہ لازم نہ آجائے۔

دوسرے اس نقشہ کے ساتھ جو بعض لوگ ضرورت وحد سے زیادہ غلو سے کام لے رہے ہیں کہ کاپیوں، کتابوں اور جھنڈوں پر نقشہ نعل شریف کی تصویر چھاپ رہے ہیں، وغیرہ؛ وہ بھی صحیح نہیں، ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر اور قدم مبارک میں استعمال شدہ نعل مبارک کی جو برکت ہے وہ اس کی کاغذ پر چھپی ہوئی تصویر میں نہیں ہے، اگر چہ اس کی بے احترامی کرنا بھی جائز نہیں، لیکن تصویر کو اصل نعل مبارک کا درجہ دینا غلط ہے۔ [1]

تیسرے نعل مبارک کی شبیہ چاند پر نظر نہ آنے کی صورت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا پورا پورا

---

[1] اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کا ایک جامع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

''آنحضرت ﷺ کے آثارِ متبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا تو علماء متقدمین اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہے، لیکن آثار واشیاء متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور ﷺ کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثل جبہ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور کے جسمِ اطہر کے اجزاء (مثل موئے مبارک) یا حضور کے جسمِ اطہر کے ساتھ مَس کی ہوئی چیزیں ہیں (مثل اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشانِ قدم بن گیا ہو) لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہلِ علم وار بابِ تحقیق سے ثبوت نہیں۔

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ جبہ مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویر بنانے اور ان سے تبرک وتوسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک وتوسل کا حکم ایک ہوگا، اور ایک ماہر بالشریعۃ اور ماہرِ نفسیات اہلِ زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا، جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا، بوسہ دیا، اس سے توسل کیا وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی ﷺ کے اضطراری افعال ہیں، ان کو تعمیم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور ﷺ کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش ونگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں اور بلا ثبوت صورت وہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے، اندیشہ ہے کہ ''من کذب علی متعمدا الخ'' کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے، کیونکہ اس ھیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے، اور اس طرح کے نقش ونگار بھی تھے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ یہ نقش ونگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلابتوں اور زری کے تھے یا محض ٹھپہ تھا اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہوگا اور اختلاف ہوا سے مختلف حکم لگا لئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکامِ شرعیہ سے ثابت نہیں، اگر حضور ﷺ کی نعل مبارک جو حضور ﷺ کے قدم مبارک سے مَس کر چکی ہو کسی کو مل جائے تو زہے سعادت، اس کو بوسہ دینا سر پر رکھنا سب صحیح، مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں، اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی'' (کفایت المفتی مدلل مکمل ج ۲ ص ۸۹،۹۰)

ایمان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں جس میں چاند پر آپ کے نعل مبارک کی شبیہ نظر آنے کی پیش گوئی ہو۔

چاند ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جو زمین والوں کے فائدہ اور خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور یہی وہ چاند ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے صرف اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات، اور بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنّت کی دل میں محبت وعقیدت اور ان کو اختیار کرنا اس قسم کے دعووں پر یقین کرنے سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ لہٰذا اس قسم کی باتوں پر یقین کرنے کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں سے محبت کی جائے اور ان پر عمل کیا جائے، اس میں ہی حقیقی اور اصل کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمانِ مبارک پر اس بات کو ختم کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِی فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ (ترمذی)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔“ ....**اللھم اجعلنا منھم**

بسلسلہ: فقہی مسائل

مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل (قسط۱۲)

حیض کے ایام سے متعلق نماز، روزہ، تلاوت، طواف کے بقیہ ضروری احکام ذکر کرنے سے پہلے نفاس کی تعریف وتعارف اوراس کے متعلق ضروری بحث ملاحظہ فرمالیں، کیونکہ نماز، روزہ وغیرہ اکثر مسائل میں حیض ونفاس دونوں کا ایک ہی حکم ہے، نفاس کی بحث کے بعد یہ مسائل ان دونوں ناپاکیوں کے حوالے سے آجائیں گے۔

نفاس کی تعریف

بچہ کی پیدائش کے بعد عورت کے رحم سے آنے والا خون جو آگے کی راہ سے خارج ہو نفاس کہلاتا ہے۔

نفاس کا عرصہ

نفاس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے، اس کے بعد خون جاری رہے تو وہ استحاضہ ہے جبکہ نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں لمحہ بھر بھی ہوسکتی ہے بلکہ بالکل ایک قطرہ بھی نہ آنا ممکن ہے۔

نفاس کب سے شمار ہوگا؟

بچہ جب اکثر (یعنی آدھے سے زیادہ) نکل آئے تو اس وقت سے خون کو نفاس شمار کریں گے۔نصف سے کم بچہ نکلنے تک کا خون استحاضہ ہے اگر ایک یا زیادہ نمازوں کا وقت اس دوران گزر گیا ہو تو وہ نمازیں معاف نہ ہونگی اس وقت ہوش وحواس برقرار ہوں اور نماز پڑھ سکتی ہو خواہ اشارہ سے پڑھنے پر ہی قادر ہو تو نماز قضا کرنا جائز نہیں اس وقت ہی پڑھ لے، (بشرطیکہ بچہ کے ضائع ہونے کا ڈر نہ ہو) ورنہ بعد میں یہ نمازیں قضا پڑھے گی (یعنی آدھا بچہ نکلنے کے وقت تک جن نمازوں کا وقت اس عورت پر گزرا ہے)

اگر اسقاط حمل ہوجائے تو دیکھا جائے گا کہ خالی خون کا لوتھڑا گرا ہے یا کچھ خلقت جنین کی ظاہر ہوئی ہے اگر خالی خون کا لوتھڑا گرا ہے تب آنے والا خون نفاس نہ ہوگا بلکہ حیض اگر بن سکتا ہو تو حیض قرار دیں گے ورنہ استحاضہ ہوگا (اور حیض بن سکنے کا یہ مطلب ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت یعنی تین دن تک یہ خون آئے اور طہرِ تام بھی اس سے پہلے گزر چکا ہو)

اگر کچھ خلقت ظاہر ہوئی ہو(مثلاً ہاتھ یا پاؤں یا ناخن حتیٰ کہ بال بنے ہوں)یعنی کوئی ایک عضو بھی بنا ہو تو شرعاً وہ بچہ ہی شمار ہوگا اس لئے آنے والا خون نفاس قرار پائے گا اور اس عورت پر نفاس کے احکام جاری ہوں گے(عضو بننے کے لئے حمل پر کم از کم ایک سوبیس دن یعنی چار ماہ کا عرصہ گزرنا چاہئے عادتاً اس سے پہلے خلقِ اعضاء نہیں ہوتا)

اگر بچہ آپریشن سے پیدا ہوا ہو(یعنی پیٹ چاک کر کے نکالا گیا)تو جب تک آگے کی راہ سے(یعنی فرج سے)خون نہ آئے گا نفاس شمار نہ ہوگا۔اگر دو جڑواں بچے پیدا ہوئے تو نفاس کے احکام پہلے بچے کی پیدائش سے(مذکورہ تفصیل کے مطابق)جاری ہوں گے۔اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا تو پہلے بچے کی پیدائش سے نفاس کی مدت شمار کریں گے چالیس دن تک،پہلے بچے کے چالیس دن کے بعد کا خون استحاضہ ہوگا،اسی طرح اگر پہلے بچے کی پیدائش کے چالیس دن کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو بھی دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد کا خون استحاضہ ہے،مگر دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد بھی نہانا ضروری ہوگا(گو خون کو نفاس شمار نہ کریں گے اور نہ غسل کے لئے اس کے رکنے کا انتظار کریں گے)اور اگر دونوں بچوں کے درمیان چھ ماہ کا فاصلہ ہو جائے تو یہ جڑواں بچے شمار نہ ہوں گے بلکہ دو الگ الگ حمل کے بچے شمار ہوں گے اور ہر ایک کے نفاس کے مستقل احکام ہوں گے دوسرے کے تابع نہ ہوں گے۔

واضح رہے کہ بچے کی پیدائش پر کسی عورت کو بالکل خون ظاہر نہ ہوا(کیونکہ ولادت کے ساتھ خون کا بالکل بھی نہ آنا ممکن ہے اسی لئے ولادت کی کم سے کم مدت بھی شرعاً مقرر نہیں)تب بھی غسل کرنا عورت پر واجب ہے(هو قول الامام واعتمد عليه اكثر المشائخ)غسل کر کے بلا تاخیر نماز شروع کر دے۔

نفاس والی عورت کی اقسام

دو ہیں(۱)......مبتدأہ(۲)......معتادہ۔

مبتدأہ جسے پہلی مرتبہ نفاس آئے۔

معتادہ جس پر اس سے پہلے بھی کوئی نفاس گزر چکا ہو۔

مبتدأہ کے نفاس کا حکم

چالیس دن یا اس سے کم جتنے دن تک خون آئے سب نفاس ہوگا۔اور چالیس دن یا اس سے کم جتنے دن

خون آیا یہی اس کی آئندہ کے لئے عادت شمار ہوگی اور اسی بنیاد پر آئندہ نفاس میں وہ معتادہ شمار ہوگی۔

اگر چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو فقط چالیس دن نفاس شمار ہوگا، باقی استحاضہ اور یہی چالیس دن اس کی عادت شمار ہوگی۔

معتادہ کے نفاس کے احکام

(۱)......اگر خون سابقہ عادت کے مطابق آیا (مثلاً پچھلی دفعہ ۲۰ دن خون آیا تھا اب بھی ۲۰ دن آ کر بند ہوگیا) تو سابقہ عادت ہی برقرار رہے گی، خون بند ہونے پر غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔

(۲)......اگر خون پچھلی عادت کے مطابق نہ آیا لیکن چالیس دن یا اس سے پہلے بند ہوگیا تو عادت بدل جائے گی اور یہ سارا خون نفاس شمار ہوگا خواہ عادت سے کم ہو یا زیادہ۔

مثال نمبر۱: سابقہ عادت ۲۰ دن تھی اب ۱۸ دن آ کر بند ہوگیا۔

مثال۲: سابقہ عادت ۲۰ دن تھی اب ۲۵ دن آ کر بند ہوگیا۔

مثال۳: سابقہ عادت ۲۰ دن تھی اب چالیس دن مکمل آ کر بند ہوگیا تو سابقہ عادت بدل گئی اور تینوں صورتوں میں یہ سب دن نفاس کے ہیں۔ کیونکہ تبدیلی تو ہوئی ہے لیکن چالیس دن سے متجاوز نہیں ہوئی اور چالیس دن شرعاً نفاس کی انتہائی مدت ہے اس مدت کے اندر سابقہ عادت کے برخلاف خون نفاس ہی شمار ہوتا ہے۔

(۳)......اگر خون چالیس دن سے تجاوز کر جائے تو سابقہ عادت کے بقدر ایام کا خون ہی نفاس شمار ہوگا باقی استحاضہ ہوگا۔ مثال! سابقہ عادت نفاس کی ۲۰ دن تھی اب ۴۵ دن خون آیا تو فقط ۲۰ دن نفاس شمار ہوگا باقی استحاضہ، البتہ استحاضہ کا پتہ چالیس دن پر خون بند نہ ہونے کے بعد چلے گا اس لئے اس صورت میں ۲۰ دن پر خون بند نہ ہونے پر ابھی عورت انتظار کرے گی چالیس دن تک۔ چالیس دن سے جب متجاوز ہوگا تو اب معلوم ہوگیا کہ نفاس ۲۰ دن ہی تھا لہٰذا فوراً غسل کر کے آئندہ خون جاری رہنے کے باوجود نماز پڑھتی رہے کیونکہ یہ استحاضہ کا خون ہے اور ۲۰ دن کے بعد سے چالیس دن کے دوران جو نمازیں حقیقت واضح نہ ہونے کی وجہ سے نہ پڑھ سکی تو ان کی اب قضا پڑھے کیونکہ اب واضح ہوگیا کہ ۲۰ سے ۴۰ دن تک کا خون بھی استحاضہ تھا اور اس قضاء پر گنہ گار نہ ہوگی (کما فی مسائل الحیض)

مستحاضہ کی اقسام

مستحاضہ کی بنیادی قسمیں تین ہیں:

(۱)......متبدأہ (۲)......معتادہ (۳)......ضالہ ومتحیرہ

متبدأہ جسے بالغ ہوتے ہی حیض آیا اور پھر مسلسل خون جاری ہوگیا (کہ یا تو خون میں وقفہ ہوتا ہی نہیں یا پندرہ دن سے کم ہوتا ہے) اس کا حکم یہ ہے کہ جب سے خون دیکھا اس وقت سے ہمیشہ دس دن حیض کے اور بیس دن طہر کے شمار کرے گی (پس دس دن نماز نہ پڑھے گی اس کے بعد غسل کر کے بیس دن پڑھے گی)

مبتدأہ مستحاضہ کی اور بھی صورتیں ہیں اختصاراً اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ چونکہ ایسی صورت شاذ ونادر ہی پیش آتی ہے جس خاتون کو خدانہ کرے ایسی صورت پیش آئے وہ معتبر اہلِ علم سے اس کے متعلق شرعی حکم معلوم کرلے۔

معتادہ مستحاضہ: استحاضہ کے خون جاری ہونے سے پہلے جس پر حیض وطہر صحیح گزر چکا ہو۔ خون جاری ہونے کے بعد اس کا حیض وطہر عادت کے مطابق ہوگا بشرطیکہ طہر کی عادت چھ ماہ سے کم ہو۔

مثال: تین دن خون آیا (تو یہ حیض صحیح ہوگیا کیونکہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے یا تین سے دس دن تک جتنے بھی دن خون آیا ہو) پھر پندرہ دن (یا اس سے زیادہ چھ ماہ تک) طہر یعنی پاکی رہی پھر خون مسلسل جاری ہوگیا تو اب اس کے حق میں ہمیشہ (جب تک خون جاری ہے) تین دن حیض، پندرہ دن طہر شمار کیا جائے گا۔ تین دن کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دیا کرے خون بے شک جاری ہے۔ پندرہ دن گزرنے پر پھر تین دن نماز چھوڑ دے، اپنے آپ کو حائضہ سمجھے اور حیض کے سب احکام کی پابندی کرے پھر تین دن بعد غسل کر کے پندرہ دن نماز، روزہ وغیرہ جاری رکھے اسی طرح ہمیشہ کرتی رہے جب تک خون کا یہ سلسلہ بند نہیں ہو جاتا۔

مستحاضہ ضالہ: [1] یہ وہ عورت ہے جو پہلے معتادہ تھی پھر مسلسل خون جاری ہوگیا۔ اور اسے اپنی سابقہ عادت بھی یاد نہ رہی (تاکہ اسے معیار بنا کر اس پر استحاضہ معتادہ کے احکام جاری کئے جاتے جیسے ابھی پیچھے گزرے)

ضالہ کی تین قسمیں ہیں۔

ضالہ بالوقت: جس کو حیض کا صرف زمانہ بھول جائے کہ مہینے کی کونسی تاریخیں تھیں البتہ گنتی یاد ہو (کہ مثلاً

---

[1] ضالہ یعنی بھٹک جانے والی، کیونکہ یہ بھی اپنی عادت کے ایام کے متعلق بھٹک گئی، اسے ناسیہ، متحیرہ بھی کہتے ہیں۔

پانچ دن حیض کی عادت تھی یا سات دن وغیرہ)

ضالہ بالعدد: جس کو حیض کا زمانہ تو یاد ہو کہ کب آتا تھا؟ مہینے کی ابتداء میں یا درمیان میں یا آخر میں۔ لیکن گنتی یاد نہ رہے کہ کتنے دن آتا تھا۔

ضالہ بالوقت والعدد: جس کو زمانہ حیض اور تعدادِ ایامِ حیض دونوں ہی بھول ہو گئے ہوں۔

ان تینوں کی پاکی ناپاکی کے متعلق تفصیلی احکام ہیں۔ جو صحابیات میں سے اس ابتلاء میں مبتلا ہو جانے والی خواتین کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں ارشادات اور حیض وطہر کے متعلق دیگر شرعی اصولوں کی روشنی میں فقہائے امت نے منقح اور متعین فرمائے ہیں۔

چونکہ یہ صورتیں بھی شاذ و نادر پیش آتی ہیں اس لئے ان کے متعلق مسائل بھی اختصاراً یہاں نظرانداز کئے جاتے ہیں۔

باقی استحاضہ کی ضمنی عمومی قسمیں وہ ہیں جو پیچھے متعلقہ مسائل کے ساتھ ساتھ ذکر ہوتے رہے ہیں کہ حیض والی کو تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ جو خون آئے، نفاس والی کا جو خون چالیس دن سے بڑھ جائے، معتادہ حائضہ کا خون عادت سے تجاوز کر کے دس دن سے اور معتادہ نفاسہ کا خون عادت سے گزر کر چالیس دن سے بھی بڑھ جائے تو عادت کے بعد کا سارا خون۔ بچہ جب تک آدھے سے زیادہ نہ نکل آئے اس وقت تک آنے والا خون، اور زمانہ حمل میں جو خون آئے، تو یہ سب بھی استحاضہ کے خون ہیں۔

اور استحاضہ کے خون کا حکم بیان ہو چکا کہ اس کی وجہ سے نماز یا روزہ معاف یا موخر نہیں ہوتا ہے، نہ طواف کی ممانعت نہ تلاوت، نہ قرآن چھونے کی ممانعت، نہ مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہوتی ہے اور نہ ہی میاں بیوی والے تعلقات ممنوع ہو جاتے ہیں۔

محض اس خون کی وجہ سے غسل بھی لازم نہیں ہوتا، صرف وضو ٹوٹتا ہے اور جہاں جسم یا کپڑے پر خون کا دھبہ لگے وہ جگہ ناپاک ہوتی ہے، وضو کر کے جسم یا کپڑے سے خون کا داغ، دھبہ دھو کر نماز وغیرہ ہر قسم کی عبادت عورت جاری رکھے گی اور شوہر والی شوہر سے ہم بستر بھی ہوتی رہے گی۔

آگے حیض و نفاس کے دیگر متعلقہ احکام (عبادات وغیرہ کے قبیل سے) آئیں گے جیسا کہ ابھی پیچھے نفاس کے بیان کی تمہید میں ذکر ہوا۔

(جاری ہے...........)

Idara Ghufran

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۷)

بیع نافذ غیر لازم: بیع نافذ غیر لازم بھی اصل میں بیع صحیح ہی ہے لیکن اس میں خیارات پائے جانے کی وجہ سے یہ لازم نہیں ہوتی خیار کے استحقاق کی وجہ سے اس کے ختم کئے جانے کا پورا پورا امکان ہوتا ہے۔ اسکی وضاحت کے لئے ''خیارات'' کو سمجھ لیا جائے۔ خیار کو بالفاظ دیگر اختیار (Option) بھی کہہ سکتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ خرید و فروخت کے عمل میں بائع اور خریدار کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں جن کے حاصل ہونے اور استعمال کرنے کی مختلف صورتیں اور اقسام ہیں۔

خیار کی اقسام

خیار کی یہ چار اقسام ہیں:

(۱)......خیارِ شرط (۲)......خیارِ وصف (۳)......خیارِ رؤیت (۴)......خیارِ عیب۔

(۱)......خیارِ شرط

خیار شرط کا مطلب یہ ہے کہ سودا کرتے وقت بائع اور خریدار دونوں یا ان میں سے کوئی ایک یہ شرط لگائے کہ یہ سودا میں نے بیچا یا خریدا لیکن اتنے (مقررہ) دنوں تک مجھے یہ سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہے (اختیار کی مدت بیان نہ کرنے سے یہ سودا ناجائز ہو جائے گا البتہ بعد میں اگر اختیار ختم کردے تو یہ سودا خود بخود صحیح ہو جائے گا)

اگر سودا کرنے کے دوران کوئی اختیار نہیں رکھا گیا لیکن سودا مکمل ہونے پر بائع خریدار کو یا خریدار بائع کو رضا کارانہ طور پر اختیار دیدیں (کہ اگر تم یہ سودا منسوخ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو) تو یہ اختیار اسی مجلس تک محدود رہے گا جس مجلس میں یہ اختیار دیا گیا ہے اگر دوسرے فریق کی طرف سے اختیار حاصل ہونے پر اسی مجلس میں صاحبِ اختیار نے (یعنی جس کو اختیار دیا گیا) اختیار استعمال نہ کیا تو مجلس کے اختتام پر اختیار ختم ہو جائے گا (اور مجلس اس صورت میں بھی ختم ہو جاتی ہے جب اس بات یا موضوع کو چھوڑ کر کسی اور بات یا کام میں مشغول ہو گئے خواہ وہاں بیٹھے ہی رہے ہوں) اس اختیار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خریدار کہے

Idara Ghufran

کہ اگر میں نے اتنے دن تک قیمت ادا نہ کی تو سودا ختم۔ یا بائع کہے کہ اگر میں نے اتنے دن میں قیمت واپس کر دی تو سودا ختم، اور اسے خیار نقد کہا جاتا ہے۔

اس خیار کی صورت میں صاحبِ اختیار اگر اختیار استعمال کرتے ہوئے سودا ختم کرنا چاہے تو دوسرے فریق کو اس کی باقاعدہ اطلاع کر دے، دوسرے کے علم میں لائے بغیر خیار شرط استعمال کر کے یہ سودا ختم نہیں ہوسکتا

خیارِ شرط ختم ہونے کی صورتیں

(۱)......صاحبِ اختیار خیار ختم کر کے سودا پکا کرنے کی صراحت کر دے (کہ میں سودا پکا کرتا ہوں اپنے اختیار کو واپس لیتا ہوں یا ختم کرتا ہوں وغیرہ)

(۲)......اختیار کی مدت کے دوران صاحبِ اختیار اس چیز کو استعمال میں لانا شروع کر دے (یہ عملی طور پر خیار ختم کرنے کا قرینہ ہے کیونکہ سودا منسوخ کرنے کا ارادہ ہو تو اختیار کے عرصہ میں اس چیز پر مالکانہ تصرف، استعمال وغیرہ صحیح نہیں۔ استعمال سے چیز کی اپنی اصل حیثیت اور ویلیو باقی نہیں رہتی۔ اگر استعمال شروع کر دے گا تو خیار خود بخود ختم ہو جائے گا تاکہ مالک کو نقصان نہ ہو)

بائع اگر اختیار (خیارِ شرط) حاصل کرے تو چیز (خریدار کو حوالہ کرنے کے باوجود) اس کی ملکیت سے نہ نکلے گی، چیز کا مالک وہی شمار ہوگا (مدت خیار میں چیز ضائع ہونے یا اس میں کوئی نقص پیدا ہونے کی صورت میں اس اصول کی بناء پر اس چیز کی قیمت وغیرہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے) اور اگر خریدار (مشتری) نے اختیار (خیار شرط) حاصل کیا ہو تو چیز بائع کی ملکیت سے نکل جائے گی لیکن اختیار کی وجہ سے خریدار کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی (البتہ ضائع ہونے کی صورت میں خریدار ثمن کا ضامن ہوگا)

(۲)......خیارِ وصف

چیز کی ایسی صفت یا خوبی کی شرط لگا کر فروخت کرنا یا خریدنا جس کا جانچنا ممکن ہو۔ پس جانچنے پر مشتری اگر وہ وصف مبیعہ میں نہ پائے تو اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا (کیونکہ اس وصف کی وجہ سے وہ چیز خریدنے پر آمادہ ہوا تھا جب وہ وصف معدوم ہو تو خریدار کو یہ عقد ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا)

مثلاً کپڑا فروخت کیا اس شرط پر کہ فلاں کوالٹی یا کمپنی کا ہے یا جاپانی ہے جانچ سے معلوم ہوا کہ کپڑے میں یہ مطلوبہ صفت نہیں تو خریدار پھر بھی چاہے تو یہ سودا قبول کرے اور چاہے تو سودا ختم کر لے۔ یہ جائز نہیں کہ مطلوبہ صفت نہ ہونے کی وجہ سے قیمت میں کمی پر آمادہ ہو جائیں (کیونکہ یہ اصل عقد کے خلاف ہے،

اصل عقد مکمل ہونے پر نافذ ہو چکا تھا صرف جس صفت کی شرط لگائی تھی اس صفت کے نہ پائے جانے کی صورت میں سودا منسوخ کرنے کا اختیار تھا، اور قیمت کم کرنے پر آمادگی میں نہ پورا عقد نافذ ہوا نہ ہی تنسیخ ہوئی بلکہ ایک تیسری چیز پر عمل درآمد کرلیا گیا جو مقتضائے عقد میں داخل نہ تھی) البتہ خریدار نے لاعلمی میں چیز استعمال کر لی بعد میں پتہ چلا کہ مطلوبہ صفت اس میں موجود نہیں (حالانکہ استعمال کے بغیر اس صفت کو جانچا جا سکتا تھا) تو اس صورت میں اس صفت کے ساتھ بھی اور اس صفت کے بغیر بھی اس چیز کی قیمتوں کا موازنہ کریں گے۔اس صفت کے بغیر اس چیز کی جتنی قیمت بنتی ہوا تنی قیمت کا اعتبار کر کے اضافی رقم بائع سے خریدار کو واپس دلوائی جائے گی۔اور اگر مطلوبہ صفت نہ ہونے کا علم بھی ہو گیا پھر بھی چیز استعمال کر لی تو اب خریدار کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتا (نہ چیز واپس کرنے کا نہ قیمت میں کمی کر کے اضافی رقم واپس دلوانے کا)

خیار شرط اور خیار وصف میں یہ فرق بھی ہے کہ خیار شرط وارث کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا جبکہ خیار وصف وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (یعنی خیار لگانے والا فوت ہو جائے تو اب اس چیز کا حقدار وارث ہو تو وارث کو خیار وصف پر عمل درآمد کا استحقاق ہے مذکورہ تفصیل کے مطابق جبکہ خیار شرط کے استعمال کا استحقاق وارث کو نہیں ملتا)

(۳)......خیارِ رؤیت

کسی چیز کو دیکھے بغیر خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور سودا ہونے کے بعد خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ چیز دیکھنے کے بعد پسند نہ آنے پر سودا ختم کردے، نیز خریدار چیز دیکھنے سے پہلے بھی سودا ختم کرسکتا ہے۔ یہ اختیار صرف خریدار کو حاصل ہوتا ہے، بائع کو یہ حاصل نہیں ہوتا (یعنی بائع چیز بیچنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی اب دیکھنے پر مجھے خود پسند آ گئی میں بیچنا نہیں چاہتا کیونکہ اول تو شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نے اپنی مملوکہ چیز دیکھی نہ ہو اور اگر ایسی صورت ہو بھی جائے کہ چیز ملکیت میں آ گئی اور دیکھے بغیر آگے بیچ دی تو خیار رؤیت حاصل ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی چیز ہونے کی وجہ سے اسے بیچنے نہ بیچنے اور خصوصاً دیکھے بغیر نہ بیچنے کا اختیار حاصل تھا)

خیارِ رؤیت ختم ہونے کی صورتیں

خریدار چیز دیکھنے کے بعد اگر اسے استعمال کرلے، یا فروخت کردے یا اس کے پاس چیز میں عیب یا نقص پیدا ہو جائے، یا خریدار صراحۃً اس چیز پر رضامندی کا اظہار کردے، یا خریدار نے یہ چیز خریدنے کے بعد بغیر دیکھے آگے فروخت کر دی یا رہن رکھوا دی یا کرائے پر دیدی، یا خریدنے کے بعد دیکھنے سے پہلے

خریدار کی موت واقع ہوگئی تو ان سب صورتوں میں خیار رؤیت ختم ہو جاتا ہے۔ان مذکورہ صورتوں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بے دیکھے خریدنے پر بھی خریدار شرعاً اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے (برخلاف خیار شرط کے جیسا کہ پیچھے گزر چکا) اور مالکانہ تصرفات اس میں کرسکتا ہے (کرایہ پر دینا، گروی رکھنا، آگے بیچنا بن دیکھے سب مالکانہ تصرفات ہیں) اگر ایک سودے میں کئی الگ الگ چیزیں بغیر دیکھے خریدیں تو ہر چیز کے بارے میں مستقل خیار رؤیت حاصل ہوگا، اگر بعض چیزیں دیکھیں، بعض نہیں دیکھیں تو صرف ان چیزوں میں خیار رؤیت حاصل ہوگا جو نہیں دیکھیں البتہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز واپس کرنی ہو تو ایک سودے میں خریدی ہوئی تمام چیزیں واپس کرنا ضروری ہیں یہ نہیں کہ بعض چیزیں جو پسند آ گئیں وہ رکھ لیں اور جو پسند نہ آئیں وہ واپس کر لیں۔ چونکہ سودا یعنی عقد ایک ہی ہے اس لئے اس میں تجزّی و تقسیم نہیں ہوگی اگر قبول کرنا ہے تو پورا سودا قبول کرلے، لوٹانا ہے تو پورا سودا لوٹائے (جو ایک عقد کے تحت خریدا ہے)

(۴)......خیارِ عیب

سودے (خریدی ہوئی چیز) میں ایسے عیب کے پائے جانے کی صورت میں کہ جو عیب اس چیز کے تاجروں اور استعمال کرنے والوں کے عرف میں واقعی عیب شمار ہوتا ہے اور اس عیب کی وجہ سے اس چیز کی قدر و قیمت (ویلیو) گر جاتی ہے خریدار کو کچھ شرائط کے ساتھ اس چیز کے واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں وہ شرائط یہ ہیں۔

(۱)...... چیز میں وہ عیب بائع کے پاس ہی پیدا ہوا ہو **(۲)**......خریدار کو اس عیب کے متعلق آگاہی نہ خریدنے کے وقت ہوئی نہ قبضہ لیتے وقت **(۳)**...... بائع نے تمام عیوب سے یا اس مخصوص عیب سے اپنے آپ کو بری الذمہ کر کے چیز فروخت نہ کی ہو (جیسے بعض سودوں یا نیلامیوں میں بیچنے والا پہلے ہی یہ واضح و مشتہر کرا دیتا ہے کہ جہاں ہے جیسی ہے کی بنیاد پر بیچی جا رہی ہے تو اس صورت میں خریدار کو خیار عیب حاصل نہیں ہوتا) **(۴)**......اس عیب کو باسانی دور کرنا خریدار کے لئے ممکن نہ ہو **(۵)**...... چیز خریدنے کے بعد خریدار کی طرف سے اس چیز میں کوئی ایسا تصرف نہ ہوا ہو جس کی وجہ سے وہ چیز لوٹائی نہ جا سکتی ہو (جیسا کہ پیچھے اس کی کئی صورتیں گزری ہیں) **(۶)**......خریدار نے عیب پر آگاہی کے بعد اس عیب کو قبول کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا عمل اور تصرف کیا ہو جو رضامندی پر دلالت کرے ان عیوب کی صورت میں خریدار چاہے تو اس عیب کے باوجود سودے کو تبدل کر لے چاہے تو خیار عیب کی

بنیاد پر سودا لوٹا لے یا جائز نہیں کہ سودا رکھ لے اور بائع سے عیب کی وجہ سے خرید وفروخت کا عمل مکمل ہونے کے بعد قیمت کی کمی کا مطالبہ کرے ہاں البتہ بائع اگر خود اپنی خوشی سے (سودے کے بعد) خریدار کو کچھ رقم واپس کر دے (اور سودا واپس کرنے کا مطالبہ نہ کرے) تو جائز ہے۔

اگر نزاع پیدا ہو جائے کہ بائع اپنے پاس چیز کے عیب دار ہونے کا اقرار نہ کرے (یعنی عیب کو تسلیم نہ کرے) تو اب خریدار کے لئے بائع کے ساتھ مصالحت کی بنیاد پر سمجھوتہ کرنا جائز ہے کہ یہ عیب دار چیز تم واپس لے لو اور قیمت میں سے اتنی رقم منہا کر کے بقیہ مجھے دیدو۔ لیکن اگر بائع عیب کو تسلیم کر چکا ہو پھر ایسی مصالحت جائز نہیں یہ رشوت شمار ہوگی۔ بلکہ عیب تسلیم کرنے کے بعد یا تو سودا پوری قیمت کے ساتھ لوٹا لے، یا خریدار اسی طرح سودے پر راضی ہو جائے یا بائع رضا کارانہ طور پر قیمت کا کچھ حصہ خریدار کو واپس کر دے۔ اگر خریدار سودے کے وقت خود تمام عیوب پر رضامندی کا اظہار کر کے سودے کو خرید لے تو بھی اسے خیار عیب حاصل نہ ہوگا۔ اگر چیز کی کسی حالت کے متعلق تاجروں اور بازار والوں میں اختلاف ہو جائے کہ آیا یہ حالت عیب شمار ہوگی یا نہ تو اس صورت میں اس حالت کو عیب شمار نہیں کریں گے۔ لینے والے کو اس کی وجہ سے خیار عیب حاصل نہ ہوگا۔ اگر قدیم عیب (جو بائع کے پاس سے آیا ہے) پر آگاہی ہونے سے پہلے خریدار نے چیز میں کوئی ایسا عمل، استعمال، تصرف وغیرہ کر لیا جس کی وجہ سے چیز رد کرنے کے قابل نہ رہی [1]

اس کے بعد قدیم عیب پر خریدار کو اطلاع ہوئی تو خریدار اتنی قیمت کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اس قدیم عیب کی وجہ سے چیز کی کم ہو سکتی ہے۔ [2]

خریدار کے پاس چیز میں نیا عیب پیدا ہو گیا لیکن وہ ایسا عارضی عیب تھا کہ پھر ختم ہو گیا اس کی وجہ سے چیز میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں پڑا تو تب بھی قدیم عیب کی وجہ سے خریدار چیز کو واپس کر سکتا ہے۔

اگر خریدار بائع کو دھوکہ دیدے تو بائع کو بھی حقیقت پر مطلع ہونے پر سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس اختیار کے باقی رہنے نہ رہنے کے بھی وہی احکام ہیں جو پیچھے خریدار کے متعلق گزرے ہیں۔ (جاری ہے......)

---

[1] اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں: کپڑا خریدنے کے بعد سینے کے لئے کاٹ دے۔ جانور خریدا تو ذبح کر دے۔ آٹا خرید کر گوندھ لے، زمین خریدی تو اس میں درخت اُگا دے یا مسجد تعمیر کر دی (کیونکہ مسجد بننے کے بعد اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا) خام مال خرید کر پگھلا دیا جیسے دھاتیں، ربڑ، پلاسٹک وغیرہ۔

[2] قیمت میں فرق کی تعیین دونوں باہمی رضامندی سے کسی بھی تیسرے غیر جانبدار سمجھدار شخص سے کرا سکتے ہیں وہ جو فرق بتلائے اتنے پیسے بائع مشتری کو واپس کرے۔

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مولانا محمد ناصر

بچوں کی اخلاقی تربیت شروع ہونے کی عمر

(اولاد کی تربیت کے آداب: قسط۱۲)

والدین پر بچوں کو تعلیم دِلوانے کے ساتھ ساتھ اُن کی اخلاقی تربیت کرنا بھی ضروری ہے، لیکن بچے کتنی عمر میں اخلاقی تربیت کے قابل ہوجاتے ہیں؟

تو یاد رکھیے کہ اس سلسلے میں کوئی لگی بندھی عمر شریعت کی طرف سے مقرر نہیں کی گئی، بلکہ اس کے لیے بچوں کی ذہنی سطح اور اُن کی صلاحیتوں کو دیکھا جائے گا، جو مختلف بچوں میں مختلف ہوسکتی ہیں۔

اور بچوں کی صلاحیت معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اُن میں بات سمجھنے اور یاد رکھنے کی قابلیت کو پرکھا جائے، بات سمجھنے اور یاد رکھنے کے حوالے سے بچوں کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، بعض بچوں میں بات سمجھنے اور اُسے یاد رکھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے، ایسے بچوں کو دوسرے بچوں کے مقابلے میں سمجھدار شمار کیا جاتا ہے، جبکہ کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جن کی سمجھ کچھ کمزور ہوتی ہے، وہ بات کو جلدی سمجھ نہیں پاتے اور اسی طرح اگر اُنہیں کوئی بات کہہ دی جائے تو وہ اُس بات کو یاد نہیں رکھ پاتے، ایسے بچوں کو کم سمجھ قرار دیا جاتا ہے۔

بات نہ سمجھنے اور محفوظ نہ رکھنے کی ایک وجہ تو بے فکری ہے کہ کسی کو کوئی بات کہی گئی جس کو وہ سمجھ بھی گیا لیکن بے فکری کی وجہ سے بعد میں بھول گیا، یہ ہر عمر کے انسان میں پائی جاسکتی ہے، لیکن بے فکری کی وجہ سے بات نہ سمجھنے اور بھول جانے سے پہلے بچوں پر ایک مرحلہ کم سمجھی کا گزرتا ہے، کہ بچہ اپنے اردگرد کے ماحول سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بعض باتوں کو سمجھ ہی نہیں پاتا، یا بچہ کے ذہن میں بچپنے کی وجہ سے کسی بات کی اہمیت نہیں ہوتی۔

اگر ایسے بچوں کو اُن کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے مثال دے کر سمجھایا جائے اور اچھے اور مفید کاموں کے فوائد بتلائے جائیں، اور بُرے اور نقصان دہ کاموں کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے، تو یہ بچے بھی نفع نقصان میں امتیاز کرنے لگتے ہیں۔

اسی طرح بچوں کی صلاحیت معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچے میں سنجیدگی کا معیار دیکھ لیا جائے۔

بعض بچوں میں سنجیدگی اور حیا دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے، وہ اپنے نفع اور نقصان کو جلدی سمجھنے لگتے ہیں، اُنہیں اگر کسی غلط بات پر تنبیہ کی جائے تو یہ تنبیہ اُن بچوں کے لیے اُس غلط کام کی طرف دوبارہ جانے میں رُکاوٹ بنتی ہے، ایسے بچوں کی تربیت نسبتاً دوسرے بچوں کے آسان ہے، سمجھدار اور ذہین بچوں کی تربیت میں تو سرپرستوں کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، اور تربیت کرنے والے بھی ایسے بچوں کی تربیت کرتے اور اُنہیں اُن کے نفع نقصان میں امتیاز کراتے رہتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جن میں شرارت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، وہ کھیل اور تفریح کو اپنے یا دوسرے کے نقصان پر ترجیح دیتے ہیں، کچھ بچے غیر معمولی ضدّی ہوتے ہیں، ایسے بچوں کے لیے بڑوں کی روک ٹوک بظاہر مفید نظر نہیں آتی۔

ایسے بچوں کے بارے میں بعض تربیت کرنے والوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ بچہ چھوٹا ہے، اس کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں، اور اس طرح تربیت کرنے والے بچے کو بے جا لاڈ پیار کرتے اور بچے کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں، اور بچے کی غلطیوں اور نامناسب کاموں پر باز پُرس نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں بچے کو اُن غلط اور نامناسب کاموں کی عادت ہو جاتی ہے۔

اور بعض لوگوں کا شرارتی بچوں کے بارے میں یہ نظریہ ہوتا ہے کہ یہ ہَٹ دھرَم، ڈھیٹ اور ہمارا نافرمان ہے، یہ نظریہ رکھنے والے عموماً اُن لاپرواہ بچوں کے لیے سخت ثابت ہوتے ہیں، اور پھر بے جا سختی کے نتیجے میں ایسے والدین بچوں کی شکل میں حاصل ہونے والے خام مال سے معاشرے کا اچھا فرد تیار کرنے میں عموماً ناکام رہتے ہیں، اور بعض اوقات یہ خام مال ٹوٹ کر ضائع بھی ہو جاتا ہے، جس کی مثالیں ملتی رہتی ہیں مذکورہ دونوں طرزِ عمل مناسب نہیں؛ کم سمجھ، شرارتی اور ضدی بچوں کی تربیت کرنا اور اُن کو راہِ راست پر لانا اگرچہ مشکل، جان جوکھوں اور برداشت کا کام ہے، لیکن ایسے بچوں کی تربیت میں بھی درست لائحۂ عمل اختیار کیا جائے تو ان بچوں کی اخلاقی اصلاح ناممکن نہیں ہے۔

بہر حال بچوں کی تربیت کرنے والوں کے لیے اپنے زیرِ تربیت بچوں کے مزاجوں سے واقفیت حاصل کرنا اور اُن کے مزاجوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے؛ اور بچوں کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں کسی خاص عمر کو متعین کرنے کے بجائے پہلے تو سرپرست اپنے ماتحتوں کے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنیں؛ اُن کے سامنے کوئی گناہ یا بے حیائی کے کاموں سے بڑھ کر نامناسب طرزِ عمل اختیار کرنے سے بھی حتی الامکان گریز کریں، اگرچہ

بچے اتنے چھوٹے ہی ہوں کہ بول بھی نہ سکتے ہوں، کیونکہ بچوں کے دماغ اور ذہن اُن کے بچپنے سے ہی کیمرے جیسی خاصیت رکھتے ہیں، بچوں کے دماغ اور ذہن میں جو کچھ بھی آنکھ یا کان کے راستے سے پہنچتا ہے، بچوں کے ذہنوں میں اُن کاموں کا عکس نقش ہو جاتا ہے، اور پھر اس سے بچوں کی زندگی پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

اس کے بعد جب بچے میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اُسی وقت سے ہی اُس کی ذہنی سطح کے مطابق کھانے پینے، سونے جاگنے، اُٹھنے بیٹھنے، پڑھنے لکھنے، دوسروں سے ملنے اور ملاقات کرنے اور آپس میں گفتگو کرنے غرضیکہ ہر موقع کے مناسب اس کو آداب سکھلائے جائیں، اور بے جا باتوں سے روکا جائے، اچھے کاموں پر شاباش اور حوصلہ افزائی ہوتی رہے اور غلطیوں پر شفقت کے ساتھ روک ٹوک ہوتی رہے تو ان شاء اللہ بچوں کی اخلاقی حالت بہتر ہوتی چلی جائے گی۔

لیکن سرپرستوں کی نظر بچوں کے بچپنے پر بھی رہنی چاہیے، اس طرح سے سَر پر سوار ہو جانا اور زور زبردستی سے اچھائیوں کی طرف متوجہ کرنا یا ایسی سختی اور درشتگی اختیار کرنا جس سے بچوں میں وحشت پیدا ہونے لگے، ایسے طرزِ عمل سے بسا اوقات فائدے کے بجائے نقصان ہو جاتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ بچوں کو اچھے کاموں کے فوائد اور فضائل بتلا کر اُن کی طرف راغب اور متوجہ کیا جائے، اور بُرائیوں اور گناہوں کے نقصانات بتلا کر اُن سے وحشت دِلائی جائے، تاکہ بچے اپنی مرضی سے اچھے کاموں میں مشغول اور بُرے کاموں سے بچیں۔

اور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچوں میں اچھی عادتیں ڈال دی جائیں، اچھی عادتوں کے پیدا ہونے کے بعد راہِ راست پر چلنا اور قائم رہنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ بچپنے کا دَور ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں بچوں کی تربیت کے لیے اُن کو سمجھانے یا کتابی سبق پڑھانے سے زیادہ مفید اُنہیں اچھی عادتوں کا خوگر بنا دینا ہوتا ہے۔

اس کے باوجود اگر بچے راہِ راست پر نہیں آتے تو پھر اُن کی ہمت اور برداشت کی رعایت کرتے ہوئے کچھ تنبیہ اور سزا دینے میں بھی حرج نہیں، بلکہ بعض اوقات اس کی ضرورت بھی پیش آ جاتی ہے، ایسے موقع پر بچوں کو تنبیہ کرنے اور سزا دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے؛ خاص طور پر جب بچہ مذکورہ اور اس جیسی دوسری تدابیر اختیار کرنے کے بعد بھی اپنے طرزِ عمل کی اصلاح نہ کرے تو پھر سرپرستوں کے لیے بھی مضبوطی اور استقلال کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل (قسط۱)

مؤرخہ ۲۵/ شعبان ۱۴۲۰ھ بمطابق 4 / دسمبر 1999ء بروز ہفتہ حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم نے ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لا کر اصلاحی مجلس میں اپنے ملفوظات وارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب سلمہٗ نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا. وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ العنکبوت آیت نمبر ۶۹) ؎۱

الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب نے اس ادارے میں بہت ہی بابرکت سلسلہ شروع کیا ہے، ؎۲ ان شاءاللہ تعالیٰ اس سے بہت نفع ہوگا، اللہ تعالیٰ اس ادارے کو بہت ترقی عطا فرمائے۔

اصلاح کے لیے مفید مطالعہ

کیونکہ یہ اصلاحی مجلس ہے، اور اصلاح کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور دیگر تالیفات بالخصوص تمام ملفوظات بہت ہی زیادہ نافع، مؤثر اور مفید ہیں۔

خود حضرت سے ایک دفعہ شاید خواجہ صاحب نے یا کسی اور خلیفہ نے پوچھا کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے آپ کی تالیفات میں سے کون سی چیز زیادہ نافع اور مؤثر اور مفید ہے؟

تو حضرت والا نے اس پر فرمایا کہ: ''ملفوظات''

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت والا اُن کے تایا تھے، اور مولانا شبیر علی صاحب اپنے تایا کو دوسرے لوگوں کی طرح ''بڑے ابّا'' کہتے تھے۔

؎۱ ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) رستے ضرور دکھا دیں گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا ورحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے'' (ترجمہ از بیانُ القرآن)

؎۲ وقتاً فوقتاً مختلف بزرگانِ دین کو ادارہ میں بُلا کر اُن کے مواعظ کا سلسلہ شروع کیا تھا، اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت والا کو بھی دعوت دی گئی، حضرت والا کی ''بابرکت سلسلہ'' سے یہی سلسلہ مراد ہے۔ محمد رضوان

تو مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب تھانہ بھون سے ہجرت کرکے پاکستان آئے، اور حضرت کی تصانیف کا ذخیرہ بھی اپنے ساتھ لے آئے تھے تو انہوں نے سب سے پہلے پاکستان میں آ کر جو کتاب شائع کری تھی، وہ الافاضاتُ الیومیہ کے ملفوظات تھے۔ پانچ جلدیں اپنی زندگی میں ہی شائع کر گئے تھے، اس کی پہلی جلد جو حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے دی تھی، اور وہ میرے پاس ہے، اُس کے مقدمے میں مولانا شبیر علی صاحب نے لکھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

بڑے ابا نے ایک دفعہ خلوت میں یہ فرمایا کہ مولوی شبیر علی! میں منع تو نہیں کرتا، لوگ میرے الفاظ کو بدلتے ہیں، یا تلخیص کرتے ہیں یا تسہیل کرتے ہیں، لیکن یہ الفاظ الہامی ہیں، بمع الفاظ اور معانی میرے قلب پر اللہ تعالیٰ القاء فرماتے ہیں۔

اس لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی ایک خصوصیت اور تاثیر ہے، جبکہ ہمارے الفاظ میں وہ تاثیر نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے مقبول اور مقرب بندے کے الہامی الفاظ ہیں۔

اور یہ مقبول بندے اس وجہ سے بھی ہیں کہ حضورنبیِ کریم ﷺ نے ان علماء حضرات کو وارثُ الانبیاء کہا ہے، تو جیسے انبیاء مقبول ہیں، ویسے ہی اُن کے وارثین بھی مقبول ہیں، اگرچہ مقبول ہونے کے درجات میں فرق ضرور ہے۔ اور حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا ہے کہ مجدّ دِ دین تو آتے رہیں گے، لیکن ایسے جامعُ المجد دین تو اب شاید نہ آئیں۔

اصلاحِ نفس کا ایک طریقہ

تو برکت کے طور پر حضرت مجددتھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ اصلاح کا طریقہ حضرت کے الفاظ میں ہی سُنا دیتا ہوں، اس ملفوظ میں حضرت نے اصلاح کے لیے ایک دعا تجویز کی ہے، کہ اصلاح کے شروع کرنے سے پہلے، صحیح طریقے کے مطابق وضو کرو، پھر اپنے اعمال اور نفس کے لیے اللہ تعالیٰ سے عجز اور شکستگی کے ساتھ دعا مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا تضرع بہت پسند ہے۔

لہٰذا دعا میں یہی کیفیت ہونی چاہیے، اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم فرمودہ دعا کے الفاظ بڑے خاص ہیں اور قابلِ غور ہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ:

’’دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو، کہ اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادہ سے کچھ نہیں ہوتا، اور آپ کے

ارادہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح، اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گنہگار ہوں، میں تو عاجز ہورہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے، میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں، آپ ہی قوت دیجیے، میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کردیجیے۔ دس بارہ منٹ تک خوب استغفار کرو، اور یہ بھی کہو کہ: اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کیے ہوں، انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کروالوں گا۔

غرض اس طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کروں کہ میں ایسا نالائق ہوں، میں ایسا خبیث ہوں، میں ایسا بُرا ہوں۔ غرض خوب برا بھلا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے کہا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو، لو بھائی! دوا بھی مت پیو، بد پرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔

حضرت آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہوجائے گی، شان میں بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی، غرض غیب سے ایسا سامان ہوجاوے گا کہ آج آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے (وعظ "ملتِ ابراہیم"، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت بعنوان "رحمتِ دو عالم"، جلد ۳۱ صفحہ ۳۹۰)

دعا کے اثر کے لیے یقین ضروری ہے

لیکن دعا کے بارے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے کہ دعا کا اثر جب ہوتا ہے کہ جب بندہ دعا اس یقین سے مانگے جو حدیثِ جبریل میں بیان ہوا ہے، گویا کہ حدیثِ جبریل پر عمل کرے، اور دعا کرنے والے کا درجہ اور کیفیت دعا کرتے وقت احسان کی ہو، احسان وہ نہیں جو ہم اُردو میں کہتے ہیں بلکہ احسان سلوک میں ایک درجہ ہے۔

چنانچہ حدیثِ جبریل میں ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! مَاالْاِحْسَانُ ؟ (بخاری، حدیث نمبر ۴۴۰۴) اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (بخاری، حدیث نمبر ۴۴۰۴)

(احسان) یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی عبادت اور بندگی کر کہ گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دعا کو لوگ دوا کی طرح سمجھتے ہیں، مگر دعا کے اثرات دوا کی طرح نہیں ہیں، بلکہ دوا سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

بقول خواجہ صاحب کے کہ سائل اور بھکاری بن کر دعا مانگی جائے: ؎

وہ کھولیں یا نہ کھولیں در اِس پہ ہو تیری کیوں نظر ‌ ‌ ‌ ‌ تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صداء لگائے جا

ہمارے ایک بزرگ حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت میں سے تھے، وہ دعا کے بارے میں فرماتے تھے کہ اللہ سے دعا ایسے مانگو جیسے بچہ ابّا سے مانگتا ہے، ربّا سے بندہ ایسے کہے جیسے بچہ ابّا سے کہتا ہے۔ چنانچہ بچہ کہتا ہے کہ ابا میں تو لوں گا یہ، اور پھر بچہ مانگتا رہتا ہے اور بالآخر لے لیتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تیرے دعا کے لیے یہ اُٹھائے ہوئے ہاتھ تیرا بھیک کا پیالہ ہے، بھکاری کا پیالہ ہے، اللہ کے سامنے بھیک کا پیالہ پیش کر دے۔ لہٰذا دعا اس یقین سے کرو، گویا اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے ہو، اُس سے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ سُن رہے ہیں، محض زبان سے دعا کے الفاظ پڑھ لینا دعا کی حقیقت نہیں۔

میری طلب تیرے کرم کا صدقہ ہے

اس ملفوظ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادہ سے کچھ نہیں ہوتا، اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے''

کیونکہ قرآن شریف میں ہے: اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (سورۃ یس آیت نمبر ۸۲) بس اللہ تعالیٰ کے ارادے کی دیر ہے، پھر وہ مامور فوراً ہو جاتا ہے، اور آگے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں پڑتی اور یہ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح''

دیکھو! ہم اپنی طرف ہر عمل کو منسوب کر دیتے ہیں، یہ نہیں غور کرتے کہ عمل تو مالک کا کرم ہے اور طلب بھی جو ہمیں ملی ہے، تو اسی کے کرم سے ملی ہے:

میری طلب یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے　　قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں (جاری ہے............)

---

۱ ترجمہ: ''جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اُس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے'' (ترجمہ از بیانُ القرآن)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

صحیح اور غلط روایات میں امتیاز کیجیے

ایک مرتبہ میرے پاس ایک مولانا صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے جن سے میری پہلے سے شناسائی تھی اور انہوں نے کہا کہ میں پہلے فلاں گاؤں کی ایک مسجد میں امام وخطیب تھا، لیکن ان لوگوں نے مجھے فارغ کر دیا ہے، اب میرا ارادہ ایک اکیڈمی قائم کرنے کا ہے، جس میں ناظرہ وحفظ قرآن مجید کے علاوہ بچوں کو عصری تعلیم دی جائے گی اور یہ ابتدائی سطح کی تعلیم ہوگی جیسا کہ ہمارے ملک میں اقراء روضۃ الاطفال وغیرہ نامی اکیڈمیاں کام کررہی ہیں، ایک تو آپ سے اس سلسلہ میں مشاورت کرنی ہے اور نصائح و ھدایات حاصل کرنی ہیں، اور دوسرے اس کی افتتاحی تقریب میں آپ سے بیان وخطاب کا وقت لینا ہے

اس پر میں نے عرض کیا کہ جہاں تک مذکورہ نوعیت کی اکیڈمی قائم کرنے کا تعلق ہے، تو اگرچہ اس طرح کی اکیڈمیوں کے اغراض ومقاصد تو بڑے خوشنما معلوم ہوتے ہیں، اور آج کل بہت سے حضرات اس طرح کی اکیڈمیاں قائم کررہے ہیں، لیکن ان اکیڈمیوں میں سے اکثر اکیڈمیوں کی جو کارکردگی اب تک سامنے آئی ہے وہ کچھ حوصلہ افزاء اور قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ اگرچہ ان اکیڈمیوں کے اہلِ حل وعقد کی طرف سے دعوے تو ''دینی ودنیاوی تعلیم کے حسین امتزاج'' وغیرہ کے کئے جاتے ہیں؛ مگر عام طور پر یہ امتزاج حسین وخوبصورت کی بجائے بدصورت ہی سامنے آتا ہے، اِلَّا ماشاءاللہ؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جتنے عرصہ میں صرف دین کی تعلیم یا صرف دنیوی اور عصری تعلیم دی جاتی ہے، اس مختصر عرصہ میں اس طرح کی اکیڈمیوں کے ذریعے سے دینی ودنیوی دونوں قسم کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔

اور اسی قسم کے خوشنما دعووں سے متاثر ہوکر ہی عام طور پر لوگ دینی مدارس کے بجائے ان اکیڈمیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، لیکن دینی تعلیم کی خاطر عصری تعلیم کمزور رہ جاتی ہے اور عصری تعلیم کی خاطر دینی تعلیم کمزور رہ جاتی ہے، اور نتیجتاً بچے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کا مصداق بن جاتے ہیں، اور پھر عوام الناس ان سے متنفر ہوتے ہیں۔ اس لئے ''دینی ودنیوی تعلیم کے حسین امتزاج''، اور مختصر عرصہ میں دینی ودنیوی تعلیم دینے کے دعوے سے پہلے ہی پرہیز کیا جائے تو اچھا

ہے، تاکہ لوگ کم از کم متنفر تو نہ ہوں، اس لئے ہمارے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ دین کی مکمل تعلیم کا دعویٰ ہی نہ کرو، عصری اور دنیا ہی کی تعلیم دو، البتہ تربیت اور ذہن سازی اسلامی طرز پر بچوں کی کرو، اور کچھ تھوڑا بہت اخلاقیات وایمانیات سے متعلق دینی مواد بھی شامل کرلو، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ جو حضرات خالص دین کی تعلیم کے خواہاں ہیں وہ اپنے بچوں کو دینی مدارس چھڑوا کر ادھر نہیں بھیجیں گے۔ اور وہ دینی مدارس ہی میں اپنے بچوں کو رکھ کر خالص دینی تعلیم دیں گے۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب تربیت اور ذہن سازی اچھی اور بہتر ہوگی تو دنیاوی اور عصری تعلیم کے خواہاں لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اس طرز عمل سے عصری تعلیم کے میدان میں بہتری آئے گی اور دینی مدارس ومکاتیب متاثر نہیں ہوں گے۔

دراصل آجکل ہو یہ رہا ہے کہ ایک ہوا اور رسم چلتی ہے، اس کے تحت ہم بغیر سوچے سمجھے ''بھیڑ کی چال کی طرح'' کام کرتے ہیں آجکل اس طرح کی اکیڈمیوں کی ہوا چلی ہوئی ہے، جس طرح پہلے مدرسۃ البنات کی ہوا چلی ہوئی تھی کہ جس سے اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا، وہ ایک لڑکیوں کا مدرسہ بنا کر بیٹھ جاتا تھا، اور اب اس کے بجائے اس طرح کی اکیڈمیاں قائم کرنے کی ہوا چلی ہوئی ہے، جس عالم سے اور کچھ نہیں ہوتا وہ اکیڈمی قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

بہرحال یہ بہت نازک کام ہے، اس کے لئے کام کرنے والی جماعت ہونی چاہئے اور خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہئے اور مبالغہ آمیز دعووں سے بچنا چاہئے۔ بعض لوگ جوش میں کام شروع کردیتے ہیں اور پھر وہ کام قابو میں نہیں آتا تو پریشان ہوتے ہیں یا کام کو بے قاعدگی سے کرتے ہیں۔ قواعد واصول کی رعایت بہت ضروری ہے۔

اور جہاں تک آپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ افتتاحی تقریب میں مجھے خطاب کے لئے مدعو کرنا چاہتے ہیں، تو میں نے تو خود اپنے ادارہ کی اس طرح کی رسمی افتتاحی تقریب نہیں کی، اور میں اس طرح کی رسمیات کا مزاج نہیں رکھتا۔ ہمارے اکابر رسوم سے اپنے آپ کو بچا کر رکھا کرتے تھے، اس لئے وہ اپنے مقصود میں کامیاب تھے اور آج ہم کام کے بجائے رسوم کا اہتمام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مقصود کے حاصل کرنے میں ناکام ہیں۔ افتتاح کے معنیٰ ہیں ''شروع کرنا'' اگر کوئی تعلیم گاہ ہے اس کا افتتاح کرنا ہے تو اس کا افتتاح تعلیم سے ہوگا، تو اگر وہ کام پہلے شروع ہو چکا ہے مثلاً اسباق شروع ہو چکے، تو سمجھنا

چاہئے کہ اس کا حقیقی افتتاح تو ہو چکا، اب اس رسمی افتتاح کی کیا ضرورت، جس میں اور بھی نہ جانے کتنی خرابیاں آجکل جمع ہوگئی ہیں، اگر اس طرح کی تقریب سے اس کام کا تعارف کرانا مقصود ہے، تو اس کا نام تعارفی تقریب وغیرہ رکھنا چاہئے؛ اور اگر وہ کام ابھی تک شروع نہیں ہوا تو پھر یہ رسمی تقریب تو خود وہ کام نہیں بلکہ یہ تو ایک دوسری رسم ہے لہٰذا اس سے اس کام کا افتتاح کیسا۔

لہٰذا بندہ اس طرح کی رواجی و رسمی افتتاحی تقاریب کو انجام دینے سے معذور ہے۔

البتہ اگر طلبہ وغیرہ کو اصلاحی باتیں یا ہدایات وغیرہ دینی ہوں تو الگ بات ہے، مگر آجکل اصلاحی باتوں اور ہدایتوں کو سنتا کون ہے؟ آجکل ایک اور رسم تعزیتی جلسوں کی چل گئی ہے، پہلی رسم آغاز کی تھی، تو یہ رسم اختتام کی ہے کہ کسی بڑی شخصیت کے فوت ہونے کے بعد ''تعزیتی جلسہ'' رکھا جاتا ہے، اس سے مقصود اگر تعزیت ہے تو تعزیت تو اجتماعی انداز میں شرعی اعتبار سے درست نہیں، اور جلسہ کے نام سے واضح ہے کہ اس میں اجتماع ہوتا ہے، دوسرے تین دن کے بعد بلا عذر تعزیت مکروہ ہے اسی طرح ایک دفعہ تعزیت کے بعد دوبارہ تعزیت بھی مکروہ ہے اور یہ تعزیتی جلسے عموماً تین دن کے بعد ہوتے ہیں، نیز ان میں ایسے حضرات بھی شریک ہوتے ہیں جو پہلے سے تعزیت کر چکے ہیں؛ اور سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ تعزیت میں تو پسماندگان کو مختصر لفظوں میں تسلی اور مرحوم کو مختصر دعا دی جاتی ہے، اس کے لئے اتنا طویل اجتماع چہ معنیٰ دارد؟ بہرحال یہ تعزیتی جلسہ شرعی اصولوں سے میل نہیں کھاتا۔ ایک عالم صاحب سے جب میں نے تعزیتی جلسے کے بارے میں یہ خدشات ذکر کئے تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل اس جلسہ سے مقصود تعزیت نہیں ہوتا، بلکہ فوت شدہ بزرگ کی خدمات اور تعارف کا ذکر مقصود ہوتا ہے۔ میں نے اس پر عرض کیا کہ پھر نام بھی تعارفی جلسہ، یا اسی قسم کا کوئی اور رکھا جا سکتا ہے، عنوان تو معنون کی ترجمانی کے لئے ہوا کرتا ہے لہٰذا عنوان معنون کے خلاف اختیار کرنا مناسب نہیں، بہرحال اس قسم کی خرابیاں رسوم کی پابندیوں سے پیدا ہوتی ہیں، رسم و رواج کی پابندی انسان کو رفتہ رفتہ مقاصد سے دور کر دیتی ہے۔ اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ امت خرافات میں کھوگئی   حقیقت روایات میں کھوگئی

آج کل کسی کو انجام دینے سے پہلے صرف اس کی روایت کو دیکھ لینا کافی نہیں، کیونکہ آجکل کے بڑے بھی وہ بڑے نہیں رہے، اور صحیح و غلط روایات میں امتیاز کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اور خصوصاً اہلِ علم حضرات کی رسوم و رواج سے حفاظت فرمائیں۔ آمین

Idara Ghufran

علم کے مینار مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۶)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

مدرسہ مفتاحُ العلوم اور وہاں کے حالات

تھانہ بھون سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک قدیم اور تاریخی قصبہ ''جلال آباد'' کے نام سے واقع ہے، اس قصبے میں اکثر خان اور کچھ ارائیں اور کچھ دوسری برادری کے لوگ آباد ہیں۔

اس زمانے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاؤں میں مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کا امتیازی اور نمایاں مقام تھا، جو کہ اسی قصبہ میں مقیم ہوکر اطرافِ عالَم میں نورِ ہدایت کی شعاعیں پھیلانے میں مصروفِ عمل تھے، قصبہ جلال آباد میں حضرت مسیحُ الامت رحمہ اللہ کے مدرسہ کی تعلیم اور تربیت بھی آپ کی سرپرستی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور تھی، مدرسہ مفتاحُ العلوم میں بیرون ممالک، افریقہ، انگلینڈ، ملائشیا، انڈونیشیا وغیرہ جیسے ممالک کے طلبہ زیرِ تعلیم تھے، اور آپ سے تربیت وتزکیہ حاصل کرنے والے سالکین کی تعداد بھی اسی طرح سے دنیا بھر میں تھی اور اصلاحِ نفس کے سلسلے میں آپ اس وقت مرجعِ خلائق تھے۔

والد صاحب رحمہ اللہ کا اپنا اصلاحی تعلق تو اگرچہ حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ سے عرصہ سے قائم تھا، لیکن میری تعلیم وتربیت کے لیے ان کا خیال یہ تھا کہ مدرسہ مفتاحُ العلوم زیادہ موزوں رہے گا۔

اب میزان ومنشعب کا سال تھا، والد صاحب کے ایماء ومنشاء پر مفتاحُ العلوم میں داخلہ دلایا گیا۔

مدرسہ مفتاحُ العلوم میں طلبہ کے غیر معمولی رجوع کی وجہ سے داخلہ مشکل سے ہوتا تھا، اور اس سال کچھ تاخیر بھی ہوچکی تھی، اور غالبًا عام داخلوں کا وقت ختم ہوچکا تھا، لیکن والد صاحب کیونکہ مدرسہ کے مہتمم ''جناب صفی اللہ خان صاحب مدظلہم'' عرف ''بھائی جان صاحب'' سے میرے داخلہ کے سلسلہ میں پہلے

Idara Ghufran

ہی رابطہ کر چکے تھے، اس لیے معمولی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کے بعد داخلہ ہو گیا۔

اس مدرسہ میں آج کل ہمارے علاقوں کے مدارس کے برخلاف بالکل الگ ماحول تھا، صبح کے ناشتہ کا تو یہاں بالکل نظم نہ تھا، اور دوپہر اور شام کا کھانا بھی کچھ اس نوعیت کا ہوا کرتا تھا کہ میں اپنے گھریلو ماحول میں اس طرح کے کھانے کا عادی نہ تھا، روزمرّہ کے معمول کے مطابق ہمیشہ دوپہر کو دال اور شام کو بڑے گوشت کا شوربہ ملا کرتا تھا، اور ساتھ میں تندور کی دو روٹیاں۔

دوپہر کی دال کا تو یہ عالَم تھا کہ اس میں گھی کی تری کا نام ونشان بھی نہ ہوتا تھا، اور پانی کی مقدار اس میں اتنی زیادہ ہوا کرتی تھی کہ اپنے حصہ کی دال لے کر کچھ دیر کے لیے برتن میں رکھ چھوڑی جاتی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اس کا پانی والا حصہ اوپر آجاتا تھا اور دال کا حصہ نیچے تہہ میں بیٹھ جاتا تھا، اس کے بعد ہم اوپر سے پانی پھینک دیا کرتے تھے، اور دال کے حصہ سے روٹی کھایا کرتے تھے، لیکن گھی، تیل وغیرہ کی تری اور گھی، تیل کے بھگار کا اس میں نام ونشان نہ ہونے کی وجہ سے بمشکل ہی کھانے کا تقاضہ ہوا کرتا تھا۔

لیکن مشہور کہاوت ہے کہ ''بھوک میں گولر بھی پکوان لگتے ہیں'' بھوک کے وقت یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت معلوم ہوتی تھی۔

شام کے سالن میں بھی پانی کی مقدار اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ طلبہ آپس میں خوش طبعی کے طور پر کہا کرتے تھے کہ مدرسہ کے سالن سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اور گوشت کی بوٹی بھی کسی کے حصہ میں آتی تھی، کسی کے نہیں؛ پورے سال کھانے کا یہی معمول رہتا تھا، صرف سال میں ایک مرتبہ ''عاشورہ'' کے دن مدرسہ میں چاول پکتے تھے۔

اور روٹی میں بعض اوقات ثابت گندم کے دانے برآمد ہو جایا کرتے تھے۔

مدرسہ جس علاقے میں واقع تھا، یہاں بجلی کی آمد بہت کم تھی تقریباً نہ ہونے کے برابر، کبھی دن رات میں چند گھنٹوں کے لئے آ گئی تو آ گئی، ورنہ اکثر غائب ہی رہتی تھی، اور ایسے حالات میں اس کا کچھ دیر کے لیے آنا بھی غنیمت تھا۔

جب اتنی بھی نہ آتی تھی پھر اس کی بھی قدر ہوا کرتی تھی، لیکن اس بجلی کی خاصیت یہ تھی کہ بجلی کا کرنٹ بہت ہلکا ہوا کرتا تھا، جس میں ٹیوب لائٹ کا جلنا تو بہت مشکل تھا، البتہ بلب اس سے ضرور روشن ہو جایا کرتے تھے، مگر ان کی روشنی بہت کم ہوا کرتی تھی، اور کتاب وغیرہ کے مطالعہ میں کچھ تکلُّف ضرور ہوا کرتا تھا۔

البتہ مدرسہ میں بڑے جنریٹر کا انتظام تھا، مگر یہ جنریٹر مغرب سے عشاء تک اور سردیوں کے موسم میں عشاء کے کچھ بعد تک چلا کرتا تھا، جس کا مقصد اس وقت طلبہ کا تکرار و مطالعہ کرنا ہوتا تھا۔

اس لئے رات کے وقت مطالعہ وغیرہ کرنے کے لئے طلبہ کو روشنی کا خود اپنا انتظام رکھنا ہوتا تھا، جس کا اس وقت یہ طریقہ تھا کہ ہر جماعت کے طلبہ اپنی اپنی جیب سے مساوی یا حسبِ توفیق رقم شامل کر کے مٹی کے تیل سے جلنے والا لیمپ، اور مٹی کا تیل خرید کر کسی الماری وغیرہ میں محفوظ رکھ لیا کرتے تھے اور حسبِ ضرورت اس سے مطالعہ وغیرہ کے وقت کام لیا کرتے تھے۔

ہر درسگاہ میں ایک ایک بلب اور پنکھا نصب تھا، مگر بجلی آتی یا کسی وقت جنریٹر چلتا تو ان کے مقاصد حاصل ہوتے تھے، ورنہ نہیں۔

رہائشی کمروں میں صرف ایک ایک بلب نصب تھا، اور پنکھے رہائشی کمروں میں نصب نہ تھے، اور جنریٹر کا کنکشن بھی رہائشی کمروں سے قائم نہیں تھا۔

درسگاہوں میں درخت کے پتوں وغیرہ والی چٹائیاں تو بچھی ہوتی تھیں، لیکن رہائشی کمروں میں چٹائیوں وغیرہ کا انتظام نہ تھا، کارپٹ اور قالین وغیرہ کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اکثر طلبہ تو اپنے گھروں سے اپنی اپنی بانوں والی چارپائیاں لاکر رکھتے تھے، اور چارپائیوں پر ہی عموماً سونا، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا وغیرہ ہوا کرتا تھا، البتہ بعض طلبہ ایسے بھی ہوتے تھے جنہوں نے اپنے بستر کمروں کے فرش پر لگائے ہوتے تھے، ایک ایک کمرے میں تقریباً چھ سے سات آٹھ تک طلبہ کی تعداد کو رہائش فراہم کی جایا کرتی تھی۔ میرے پاس ایک زمانے میں تو چارپائی تھی اور کچھ عرصہ زمین پر بھی بستر لگایا تھا۔

یہاں پر سوئی گیس یا سلینڈروں کا کوئی انتظام نہ تھا، بلکہ مدرسہ میں گرم پانی کا بھی انتظام نہ تھا، سردیوں کے موسم میں پانی غیر معمولی ٹھنڈا ہوا کرتا تھا، اگر رات کو کبھی غسل کی حاجت ہوجاتی تو رات بھر کے بڑی ٹینکی میں جمع شدہ پانی سے غسل کرنا ایک کٹھن مرحلہ ہوا کرتا تھا۔ غسل کے بعد کافی دیر تک جسم تقریباً سُن سا محسوس ہوا کرتا تھا۔

بعض طلبہ کے پاس مٹی کے تیل والے اسٹوپ ہوا کرتے تھے، نہانے کے بعد اسٹوپ چلا کر ان سے ہاتھ پاؤں سینک لئے تو سینک لئے ورنہ جس کے پاس اسٹوپ یا مٹی کے تیل کا انتظام نہ ہوتا تھا وہ اس سے بھی محروم رہتا تھا۔

دوپہر کا کھانا حسبِ موسم دس یا گیارہ بجے مل جایا کرتا تھا، اور شام کا کھانا عصر کی نماز کے وقت ملا کرتا تھا، جس کے لئے مطبخ کے قریب کھڑکی سے جا کر کھانا لینا ہوتا تھا۔

دوپہر کا کھانا تو حسبِ ضرورت جلد یا بدیر کھانے میں کوئی مضائقہ محسوس نہ ہوتا تھا کیونکہ دال کا ٹھنڈی ہونے کے بعد کھانا کوئی مشکل کام نہ تھا، لیکن بڑے گوشت کے شوربہ کی ٹھنڈے ہونے کے بعد جو تھوڑی بہت تری ہوتی تھی، وہ سالن کے اوپر کی سطح پر جم جاتی تھی اور نیچے صرف پانی پانی رہ جاتا تھا اور اس کا ٹھنڈے ہونے کے بعد کھانا مشکل ہوا کرتا تھا اور گرم کرنے کا ہر ایک کے پاس معقول انتظام نہ تھا، اور روشنی وغیرہ کا مسئلہ رہتا تھا (جیسا کہ پہلے گزرا) اس لئے عام طور پر شام کا کھانا عصر کے بعد کھالیا جاتا تھا۔

پھر سردیوں کی راتیں کیونکہ لمبی ہوتی ہیں، اس لئے صبح تک بھوک لگ جایا کرتی تھی، بعض طلبہ تو اس موسم میں بھی ناشتہ کے بغیر گزارہ کر لیا کرتے تھے، جبکہ بعض طلبہ صرف پانی پینے پر اکتفاء کرتے تھے اور بعض ایسے بھی تھے کہ وہ رات کی بچی ہوئی یا اس سے بھی پہلے کی روٹیوں کے جمع شدہ ٹکڑے کھا کر اوپر سے پانی پی لیا کرتے تھے اور یہ ناشتہ کہلاتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات کو پانی میں چنے بھگو دیئے اور صبح کو ان کا پانی پی لیا اور اوپر سے چنے چبا لئے جو کہ صحت کے لئے مفید سمجھے جاتے تھے، اگر کسی طالب علم کی مالی وسعت ہوتی اور وقت کی گنجائش بھی ہوتی تو وہ دودھ خرید کر لے آتا اور چائے وغیرہ بنا لیا کرتا تھا۔ مگر بیشتر طلبہ ناشتے کے عادی نہیں تھے۔

یہاں گرمیوں کے موسم میں مچھر بہت ہوا کرتے تھے، اور مجھے مچھر کچھ زیادہ ہی کاٹا کرتے تھے، اس لئے گرمیوں کی رات گزارنا مشکل ہوا کرتا تھا۔ گرمیوں کے موسم میں بیشتر طلبہ اپنی چارپائیاں اور بستر کمروں سے باہر برآمدوں یا مدرسہ کے وسیع صحن میں نکال کر بچھا لیا کرتے تھے، اور ان پر سوتے تھے، صحن میں سوئے ہوئے ہونے کی حالت میں کبھی بارش ہونے لگتی تو اسی وقت بستر، چارپائی اٹھا کر اندر بھاگنا پڑتا تھا۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود تعلیم و تعلُّم کے معمولات بہت عمدہ تھے، اب احساس ہوتا ہے کہ زمانۂ طالبِ علمی کا مجاہدہ اور ریاضت زندگی کے لئے کتنی مفید ثابت ہوتی ہے؟ ورنہ عیش و آرام کے حالات میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ کمزور رہ جاتا ہے۔

سادہ کھانے اور پینے کا ایک فائدہ یہ تھا کہ کبھی سر میں درد تک محسوس نہ ہوتا تھا۔

اکثر اساتذۂ کرام اسباق پڑھانے میں بہت اہتمام کیا کرتے تھے، کتابوں کو حل کرنے اور طلبہ کی حاضری کا خاص اہتمام ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری اپنی جماعت میں تعلیمی حالت بہتر تھی، اور عموماً سبق کے دوران عربی عبارت پڑھنے اور تکرار کرانے کی سعادت بھی اکثر وبیشتر مجھے حاصل ہوتی رہی۔ اس سے بڑھ کر اساتذۂ کرام کی غیر معمولی شفقت اور محبت شاملِ حال رہی۔ پھر حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی مدرسہ کو سرپرستی حاصل ہونا، ان سب باتوں سے بڑھ کر ایک بہت عظیم نعمت تھی۔

میرا یہاں طالب علمی کا عرصہ سات سال پر محیط ہے، چھ سال تو دورۂ حدیث تک اور ایک سال تخصص کا۔ درسِ نظامی کے نصاب میں کتابیں عموماً وہی تھیں جو کہ عام طور پر دینی مدارس میں رائج ہیں، البتہ جدید طرز پر جیسا کہ کئی کتب میں تبدیلی آچکی ہے، وہاں ایسا نہ تھا بلکہ زیادہ تر پہلے زمانے سے جاری کتب ہی پڑھائی جاتی تھیں؛ وفاق المدارس طرز کا بورڈ وغیرہ کوئی نہ تھا، ہر مدرسہ کا اپنے انتظام کے تحت سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان ہوا کرتا تھا۔ مجھے دورۂ حدیث سے فراغت پر مدرسہ سے جو سند جاری کی گئی تھی اس میں دیگر اساتذۂ کرام کے علاوہ مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے دستخط درج ہوئے تھے۔ اور تخصص کی سند پر بھی حضرت والا کے دستخط ثبت ہوئے ہیں، جس کو بندہ ایک بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ فلِلّٰہ الحمد و النعمة.

مدرسہ مفتاحُ العلوم میں تعلیم کے زمانے میں میرے استاذوں میں:

حضرت مسیحُ الامت رحمہ اللہ کے علاوہ، حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد صابر صاحب زید مجدہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا محمد یامین صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا قاری عبدالرحیم صاحب میواتی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب عرف چچا میاں صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہم، مولانا بدیعُ الزمان صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا یامین صاحب زید مجدہم (جدید) مولانا عنایت اللہ صاحب لندنی زید مجدہم وغیرہ شامل ہیں۔

(جاری ہے............)

تذکرۂ اولیاء **(اولیائے پاک وہند)** امتیاز احمد

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ

اللہ رب العزت نے علمِ شریعت قرآنِ کریم کی صورت میں نبیٔ آخرالزمان پر نازل فرمایا، اور آپ ﷺ کو قرآنِ کریم کا عملی نمونہ بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی انسانیت کی رشدوہدایت کے لئے اسوۂ کامل قرار دی گئی، سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنے افعال واقوال اور احوال کے ذریعے قرآنِ مقدّس کی تفسیر و تشریح فرمائی، آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور آپ ﷺ کے منور ومبرہن فرامین کو لے کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چاردانگ عالم میں پھیل گئے اور ہرایک صحابی اپنے مقام پر آنے والی انسانیت کے لئے چراغِ رشدوہدایت بلکہ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ستارۂ علم وعرفان' ٹھہرا۔ [۱]

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فکر وعمل اور اپنے طرزِ عمل سے جو نقوش چھوڑے وہ بتدریج مابعد کے طبقہ (فقہاءِ کرام، محدثینِ عظام، مفسرینِ کبار، اور بزرگانِ دین) کی طرف منتقل ہوتے چلے گئے۔

نیز اس طرح اِس طبقاتی تقسیمِ صفات سے دیگر بڑے بڑے فوائد کے ساتھ ایک بڑا اور عالیشان مقصد یہ حاصل ہوا کہ اس سے دینِ متین کی حفاظت اعلیٰ پیمانے پر ہوتی رہی (اور انشاءاللہ آئندہ بھی ہوتی رہے گی)

قرآن کریم کی حفاظت اور اشاعت کے لئے امّت میں اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طبقے پیدا فرمادیئے۔ اور جس طبقہ سے جس فن کا کام لینا مطلوب تھا اسی طرح کی صلاحیت اور مہارت ان کے قلب میں ودیعت کردی۔ چنانچہ الفاظِ قرآن کی حفاظت کے لئے حفّاظ کا طبقہ پیدا فرمادیا اور قرآن کے لب ولہجہ اور قرأت کی مختلف روایتوں کو محفوظ کرنے کے لئے قرائے کرام کی جماعت پیدا فرمادی۔ اور معانی ومراد، اسرار وحِکَم معلوم کرنے کے لئے طبقہءِ مفسرین کو وجود بخشا۔ اور احکامِ قرآنی اور مسائل فقہیہ کو دلائل سے واضح کرنے کے لئے مجتہدین اور فقہائے کرام کو امّت کے سامنے لاکھڑا کردیا۔ غرضیکہ ان حضرات کرام نے ہرمحاذ پر کفروشرک، الحادو بے دینی اور بدعات ورسومات کے ذریعے اسلام پر ہونے والے زبردست

---

[۱] اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
ترجمہ: میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤگے۔

حملوں کا کامیاب دفاع کیا اور یہ دین کا تحفظ ودفاع اسباب کے درجے میں حضرت امام الانبیاء ﷺ کا ایک بے مثال اور دائمی معجزہ ہے اور اس معجزہ سے بذات خود اس طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مدِ مقابل ملحدین ومبطلین کی طرف سے گمراہیوں اور ضلالتوں سے بھرپور حملے ختم نہ ہونگے اور اسی طرح حق کی خاطر سب کچھ لٹانے والے مخلصین سے بھی امت محروم نہ رہے گی۔

حق کے مقابلے میں باطل گرگٹ کی طرح رنگ بدل بدل کر حملہ آور ہوتا ہے اور حق شناس رجال اللہ باطل کی پوشیدہ رمزوں کو جانتے ہیں وہ اسلام کے روپ میں رہزنوں کے مکروہ چہروں سے نقاب کشائی کرتے رہتے ہیں۔

کبھی باطل مدعیٔ نبوت بن کر مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کی شکل میں آیا، کبھی عیسائیوں نے توحید فی التثلیث کا ہوّا قائم کیا، کبھی قدریہ، جہمیہ اور معتزلہ نے حق کو مشتبہ کرنے کی ناکام کوشش کی، کبھی رفض وخروج کے شتر بے مہار نے حق کو مرعوب کرنے کی مذموم سعی کی۔ کبھی فقہاء ومجتہدین کو مقامِ نبوت کے ساتھ برابری کی تہمتیں لگائی گئیں، کبھی تقلید کو جاہلانہ خیال قرار دیا گیا۔ الغرض دشمنانِ اسلام کو حق وصداقت کی تمام حدود پھلانگ کر بھی چین نہ آیا تو ''انکارِ حدیث'' کی راہ کج تلاش کی مگر محدثینِ کرام نے اس کا تار وپود بکھیر دیا۔ اسی طرح پنجاب سے ایک کذّاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء ومشائخ نے اس ناسور کا قوتِ علم وساعد، سے قلع قمع کر دیا۔ باطل قوّتیں جب اپنی عیاریوں اور مکاریوں کے کیل کانٹے کے ساتھ حق کے مقابل ہوئیں تو حق پرست بھی نئے جوش وولولے کے ساتھ باطل کے سامنے سینہ سپر ہوگئے۔ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

برصغیر پاک وہند میں اسلام اور دینی تعلیمات کی ترویج واشاعت کا سہرا اُن علماءِ کرام اور مشائخِ عظام اولیاء اللہ کے نام ہے جنہوں نے اسکے لئے اپنے جسم وجان اور علم وفکر کو وقف کر دیا۔ ان ہی نفوسِ قدسیہ کی محنتوں وریاضتوں کا صدقہ ہے کہ یہ خطّہ مذہبی ملکوں میں نمایاں حیثیت کا حامل نظر آتا ہے ان مشائخ کے ہاتھوں پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں نے بخوشی اسلام قبول کیا اور توحید کا آوازہ بلند کیا ورنہ اسلام سے پہلے یہاں کوئی نہیں جانتا تھا کہ عدل وانصاف کیا چیز ہے ہمدردی ورواداری کسے کہتے ہیں' امن وسلامتی کس چیز کا نام ہے' عفت وعصمت کیا ہوتی ہے، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان، بڑوں چھوٹوں کے حقوق کی نشاندہی، یہ ساری چیزیں ان ہی اللہ والوں اور نیک سیرت بزرگوں سے عوام وخواص کو حاصل ہوئیں۔ برصغیر اور دوسرے ممالک پر ان بزرگوں کا بڑا احسان ہے کہ انھوں نے ان کو کفر وشرک

اور غلط رسموں کی تاریکی سے نکال کر روشنی میں لا کھڑا کر دیا اور ضلالت و گمراہی سے نکال کر ہدایت و صراطِ مستقیم پر چلا دیا۔ انہی بابرکت ہستیوں میں سے چند کا ذکر تو پہلے آ چکا ہے آئندہ سطور میں باقی بعض حضرات کا ذکرِ سعید کیا جاتا ہے، چنانچہ مشائخِ چشتیہ میں سے حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر سے شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ کی ولادت و تحصیلِ علم

قطب الدین اور قطب الاقطاب آپ کا لقب تھا خواجہ ابو یوسف بن سمعان الحسینی الچشتی کے صاحبزادے بھی تھے اور حقیقی جانشین بھی۔ ولادت باسعادت ۴۳۰ھ کو ہوئی، نسباً سید حسینی تھے سلسلۂ نسب چودہ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر چکے تھے اور سولہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ کی تکمیل کر لی تھی انیس سال کی عمر والد محترم نے انتقال فرمایا اور آپ کو اپنی جگہ جانشین مقرر فرمایا حضرت خواجہ صاحب نے والد صاحب کی نیابت کا حق بخوبی انجام دیا' چنانچہ کتبِ تاریخ میں آپ کے خلفاء کی تعداد دس ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے' اور مریدین کی تو کوئی انتہاء ہی نہیں تھی۔

کرامات [۱]

آپ کو طیُّ الارض (مختصر وقت میں طویل مسافت طے کر لینا) حاصل تھا چنانچہ جب طواف کو دل چاہتا تھا ہوا کے ذریعے سے مکہ مکرمہ پہنچ جاتے تھے حضرت خواجہ صاحب فقراء کے ساتھ زیادہ محبت رکھتے تھے،

---

[۱] کرامت یہ ہے کہ کسی صالح متبع سنّت بزرگ سے خلافِ عادت یعنی دنیا کے جاری نظام (سلسلہ سبب و مسبب) کے برخلاف کوئی بات باذنِ خداوندی ظاہر ہو جائے، ہر ولیٔ کامل سے حسّی کرامت کا صادر ہونا ضروری نہیں، اگر پوری زندگی میں کسی بزرگ سے ایک بھی ظاہری کرامت صادر نہ ہوئی لیکن وہ سنت پر عمل پیرا رہا تو یہ سنت پر قائم رہنا ہی کرامت' بلکہ عارفین کے نزدیک طریقِ سنت پر یہ ثابت قدمی کرامات سے بھی اونچا درجہ ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے ''الاستقامة فوق الكرامة''

کرامت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے جو کسی ولی کے ہاتھ پر رونما ہوتا ہے، اسی لئے کرامت کے ظہور کے لئے اس ولی کو بھی علم ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ اس کا ارادہ ضروری ہے۔

کرامت کی قسمیں

کرامت کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ صاحبِ کرامت کو کرامت کے صادر ہونے کا علم بھی ہو، اور ارادہ بھی ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانِ مبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پی جانا اور زہر کا آپ پر اثر نہ کرنا دوسری قسم یہ ہے کہ علم ہو مگر ارادہ نہ ہو، جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھلوں اور میووں کا آنا، تیسری قسم یہ ہے کہ نہ علم ہو نہ ارادہ، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دوگنا، تین گنا ہو جانا اسی لئے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اس پر تعجب ہوا جس سے ان کے علم و ارادہ کا پہلے سے نہ ہونا ثابت ہو گیا (امتیاز)

لباس بھی عمدہ نہیں پہنتے تھے کمال تواضع اور مسکنت کے سبب ہر شخص کو خود سلام کرتے تھے ہر شخص کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، کشفِ قلوب اور کشفِ قبور آپ کو حاصل تھا۔

ایک مرتبہ کوئی شہزادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تبرّک کی درخواست کی، آپ نے انکار فرمادیا۔ وہ چند مخلصوں کو سفارشی لایا ان کی سفارش پر آپ نے ایک ٹوپی مرحمت فرمائی اور ساتھ یہ فرمایا کہ اسکی رعایت رکھنا ورنہ پشیماں ہوگے۔ وہ وہاں جاکر لہو ولعب میں مشغول ہوگیا۔ شیخ کو معلوم ہوا، فرمایا کہ کیا ٹوپی نے اپنا کام نہیں کیا؟، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس کو کسی جرم میں گرفتار کیا گیا اور آنکھیں نکلوادی گئیں۔

مشہور خلفاء: خواجہ صاحب کے چند مشہور خلفاء یہ ہیں، خواجہ ابواحمد، خواجہ شریف زندنی، شاہ سنجان، شیخ ابونصیر شکیبان، شیخ حان تبّتی، شیخ احمد بدروں، خواجہ سبز پوش، شیخ عثمان اوّل، خواجہ ابوالحسن وغیر ذلک۔

وفات: حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وفات رجب ۵۲۷ھ میں ہوئی اور ستانوے سال' حضرت کی عمر ہوئی آپ کی نماز جنازہ ہوئی تو جنازہ کی چارپائی خود بخود ایک طرف کو اُڑنے لگی، حضرت کی اس کرامت سے بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا آپ کا مزار بھی چشت میں ہے (تاریخ مشائخ چشت)

فوائد: حضرت رحمہ اللہ کی سوانح اور واقعات سے چند مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں اوّل یہ کہ فقراء اور غریب لوگوں سے ہمدردی اور محبت رکھنا انکی خبر گیری کرنا، اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا، دوسرا یہ کہ تواضع اور سادگی اختیار کرنا، تکبر اور غرور سے بچنا، سلام میں پہل کرنا (حدیث شریف میں آتا ہے کہ سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے بَری ہے) اسی طرح کوئی نصیحت کرے تو اسکی نصائح پر عمل کرنا، اور اگر کسی بڑے کی طرف سے کوئی ہدیہ وغیرہ عطا ہو جائے تو اسکی قدر کرنا، فکرِ آخرت رکھنا، لہو ولعب اور لاپرواہی سے پرہیز کرنا، کسی کو بڑا رتبہ ومقام بھی مل جائے تب بھی سنت زندگی کی پیروی سے نہ نکلنا (جاری ہے.........)

پیارے بچّو! حافظ محمد ناصر

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

ہاتھوں کو پاک صاف رکھنا اچھے بچوں کی نشانی

پیارے بچو! ہمارے اسلامی مذہب میں ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے پر بہت زور دیا گیا ہے، اس لیے ایک مسلمان بچے کو چاہیے کہ ہاتھوں کو دھونے اور پاک صاف رکھنے کا پورا خیال رکھے، آج ہم تمہیں ہاتھوں کی صفائی کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں گے۔

بچو! ہاتھوں کو پاک اور صاف سُتھرا رکھنے کے لیے ہاتھوں کو دن میں کئی مرتبہ دھونا چاہیے، اُنگلیوں کے ناخنوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ کاٹتے رہنا چاہیے، اُن میں میل کچیل نہ جَمنے دینا چاہیے، اوراسی طرح ہاتھوں اورانگلیوں کے جوڑوں کوصاف کرتے رہنا چاہیے۔

بچو! تم یہ مت سمجھنا کہ ہاتھوں کو پاک صاف رکھنا تو چھوٹا سا کام ہے، اس سے کوئی بڑا فائدہ تو نہیں ہوتا، پھراس پر اتنا زور کیوں دیا گیا ہے؟ مگر یاد رکھو کہ ہاتھ انسان کے روزانہ کے بہت سارے کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، ہاتھوں ہی سے چیزوں کو پکڑا جاتا ہے، کوئی چیز بازار سے خریدنی ہوتی ہے تو ہاتھوں سے ہی پکڑ کر خریدی جاتی ہے، جوکام بھی کیا جاتا ہے، زیادہ تر ہاتھوں کے ذریعے سے ہی کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے گندگی، میل کچیل اور جراثیم وغیرہ کا تعلق ہاتھوں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے۔

ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور یہ بات تو تم جانتے ہی ہو کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بھی طریقے ہیں، اُن سب میں کوئی ایک فائدہ نہیں بلکہ کئی فائدے ہیں، جنہیں میں اور تم مِل کر گِن بھی نہیں سکتے؛ مثلاً ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے سے ہاتھ خوبصورت ہوتے ہیں، ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے والا انسان مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، جس کے ہاتھ پاک صاف نہیں ہوتے بلکہ گندے رہتے ہیں، وہ جلدی بیمار ہوجاتا ہے، اُسے دوسرے لوگ بھی پسند نہیں کرتے بلکہ گندے رہنے والے شخص سے ہرکوئی دُور بھاگتا ہے، کیونکہ گندگی میں رہنے والے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

بچو! ہاتھوں کی صفائی میں سستی سے کام لینے اوراس کی طرف توجہ نہ دینے اور ہاتھوں میں لگے میل کچیل کو دُور نہ کرنے والے کو مختلف قسم کی بیماریاں لگتی رہتی ہیں؛ ایسا آدمی خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے لیے

بیماریاں تلاش کرتا ہے، اور ہاتھوں کی صفائی کی طرف توجہ نہ دینے کی وجہ سے اکثر کسی نہ کسی بیماری کا شکار رہتا ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُس کے بیمار ہونے کی وجہ سے سب گھر والے اُس کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں، اور بیمار رہنے کی وجہ سے خود اُس کے اپنے بہت سے کام رُکے رہتے ہیں۔

بچو! اگر تم بھی اپنے ہاتھوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھو گے تو پھر تمہاری صحت کو بھی نقصان پہنچے گا، تمہیں آرام بھی نہیں ملے گا، تم خود بھی پریشان ہوگے ، اور تمہاری وجہ سے تمہارے ماں باپ بھی پریشان ہوں گے، اور تمہارے بیمار ہونے کی وجہ سے تمہارے ماں باپ کے پیسے بھی دوا اور علاج میں خرچ ہوں گے۔

اس لیے بچو تمہیں اس بات کی عادت ڈالنی چاہیے کہ ہر روز کئی مرتبہ ہاتھوں کو صاف پانی سے دھویا کرو، اور ہاتھ پر لگے میل کچیل کو دُور کر کے ہاتھوں کو خوب پاک صاف کرلیا کرو؛ خاص طور پر سو کر اُٹھنے کے بعد دونوں ہاتھ اچھی طرح دھولیا کرو؛ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''جب تم میں سے کوئی سو کر اُٹھے تو اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ (یعنی اچھی طرح) دھولیا کرے'' [۱]

بچو! رات کو سوتے میں ہاتھ کسی بھی جگہ لگ سکتا ہے، مثلاً سوتے میں ہاتھ کسی زخم یا کسی دانے پر لگ جائے یا شرمگاہ پر لگ جائے، یا کوئی زہریلا جانور گزر جائے، یا سوتے ہوئے کسی جگہ ہاتھ لگنے سے جراثیم لگ جائیں، پھر صبح کو ہاتھ دھوئے بغیر اگر اُنہیں ہاتھوں سے کچھ کھا پی لیا تو گندی بات ہوگی؛ اس لیے بچو سو کر اُٹھنے کے بعد ضرور ہاتھ دھولیا کرو۔

اسی طرح کھانے کھانے سے پہلے بھی اچھی طرح ہاتھ دھو لینے چاہئیں، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھو لینے سے برکت ہوتی ہے'' [۲]

لہٰذا بچو کھانے سے پہلے اگر ہاتھ صاف بھی ہوں تب بھی دھو لینے چاہئیں، اس لیے کہ یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اس سے زیادہ صفائی حاصل ہوتی ہے، اور برکت بھی ملتی ہے۔ اور جیسے کھانے سے پہلے ہاتھوں سے میل کچیل صاف کرلینا چاہیے، اسی طرح کھانے کے بعد بھی ہاتھوں سے کھانے کے اَثرات مثلاً چکنائی وغیرہ صاف کرلینی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ہاتھوں پر چکنائی لگی ہو، اور اسی

---

۱ مسند احمد، حدیث نمبر۸۲۳۱۔

۲ ابوداؤد، حدیث نمبر۳۲۶۹۔

طرح کھانے سے اُٹھ کھڑے ہوں، پھر یہ ہاتھ کپڑوں پر یا کسی دیوار اور پردہ وغیرہ پر لگ جائیں اور وہ کپڑا یا دیوار میلی ہوجائے، یا پھر اسی طرح ہاتھ دھوئے بغیر تم سو جاؤ، اور اس طرح سونے سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے، کیونکہ جانور چکنائی والی جگہوں پر زیادہ تر بیٹھتے ہیں، مثلاً مچھر، مکھیاں، چھپکلیاں اور چوہے اور دوسرے جانور وغیرہ۔ تو ہاتھ دھوئے بغیر سونے سے کوئی چیز بھی ہاتھوں پر کاٹ سکتی ہے یا جراثیم چھوڑ کر جاسکتی ہے؛ اس لیے کھانا کھانے کے بعد اور سونے سے پہلے بھی اچھی طرح ہاتھ دھولیا کرو۔

بچو! اسی طرح پیشاب کرنے کے بعد بھی ہاتھ اچھی طرح دھولیا کرو، کچھ گھروں میں پیشاب کرنے کے بعد صرف ٹشو پیپر ہی سے ہاتھ صاف کر لیے جاتے ہیں، جبکہ ٹشو پیپر سے پوری طرح صفائی نہیں ہوتی، وقتی طور پر ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ خشک تو ہوجاتے ہیں، مگر صحیح صفائی پانی سے ہی ہوتی ہے۔

اس لیے بچو بیتُ الخلاء سے آنے کے بعد بھی خاص طور پر ہاتھوں کو صاف پانی سے اچھی طرح دھولیا کرو۔ پھر ہاتھ دھونے کے بعد صاف سُتھرے تولیے سے ہاتھ خشک کر لینا بھی ٹھیک ہے، اور اگر نہ بھی خشک کرو تو کوئی بُری بات نہیں، بلکہ کھانا کھانے سے پہلے جو ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، اُس وقت ہاتھ خشک نہ کرنا ہی ٹھیک ہے۔

بچو! ہاتھوں کی صفائی کے ساتھ ہفتے میں ایک دن ہاتھوں کے ناخُن بھی کاٹ لینے چاہئیں، اور ناخُن کاٹنے کے لیے ہمارے مذہب اسلام میں جمعہ کے دن کو پسند کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بچو یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارے مذہب میں چالیس دن سے زیادہ ناخن نہ کاٹنے کو پسند نہیں کیا گیا بلکہ گناہ بتلایا گیا ہے، اور گناہ سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔ لہٰذا بچو تم بھی ہر جمعہ کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخُن کاٹ لیا کرو۔

بچو! تم جانتے ہو کہ بعض لوگوں کو لمبے ناخُن رکھنے کی عادت ہوتی ہے، حالانکہ یہ بہت بُری عادت ہے، اسی طرح بعض بچے اور بڑے کسی ایک اُنگلی کا ناخُن لمبا رکھ لیتے ہیں، یہ بھی فضول حرکت ہے۔

لمبے لمبے ناخُن تو چیر، پھاڑ کر کھانے والے جانوروں اور درندوں کے ہوتے ہیں، انسانوں کو جانوروں والے کام کرنا کوئی اچھی بات نہیں! لمبے لمبے ناخُن رکھنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں، ناخُن نہ کاٹنے سے ان میں میل جمع ہوجاتا ہے، اور اگر زیادہ دِنوں تک ناخُن نہ کاٹے جائیں تو ان کے نیچے تہہ بہ تہہ میل جمتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات جسم کو نقصان پہنچانے والے جراثیم بھی تیار ہوجاتے ہیں۔

بچو! آج تم نے ہاتھوں کو صاف سُتھرا رکھنے کے بارے میں جو باتیں پڑھی ہیں، تم انہیں یاد رکھوگے اور ان پر عمل کروگے تو تمہیں بہت ہی فائدہ ہوگا۔

(مستفاد از ''اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں'' صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۱)

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

اپنے گھر کا ماحول دینی بنائیے

ماحول کا اثر

معزز خواتین! انسان عام طور پر جس طرح کے ماحول میں رہتا ہے اسی طرح کا رنگ اس پر چڑھتا ہے یہ ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے کہ کوئی باشعور انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ حدیث شریف میں ایک مثال کے ذریعے اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے ارشاد نبوی ہے کہ:

"اچھے اور بُرے ہمنشین کی مثال مُشک رکھنے والے (یعنی عطار) اور دھونکنی دھونکنے والے (یعنی بھٹی جلانے والا جیسے لوہار) کی سی ہے مشک رکھنے والا یا تو تمہیں مشک مفت دیدے گا اور یا تم اس سے خرید لوگے اور یا اس سے عمدہ خوشبو پالوگے، اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا اور یا تمہیں اس سے دھواں پہنچے گا" (بخاری از مشکوٰۃ ص ۴۲۶)

اس حدیث شریف میں مثال دیکر اچھے ماحول کے اچھے اثرات اور برے ماحول کے بُرے اثرات سے آگاہ فرمایا گیا ہے دراصل نہ چاہتے ہوئے بھی انسان اپنے ماحول سے ضرور متاثر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث بالا سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ حدیثِ مذکور کے علاوہ عام مشاہدہ کی رو سے بھی ماحول سے انسان کا متاثر ہونا واضح اور یقینی ہے چنانچہ اگر انسان کسی خوشگوار ماحول میں چلا جائے تو وہ مسرت محسوس کرنے لگتا ہے اور جب کسی سوگوار ماحول میں جائے تو اس سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ تو گویا انسان کا ماحول سے متاثر ہونا نقلاً وعقلاً دونوں لحاظ سے مسلّم اور یقینی ہے آجکل ہمارے معاشرے اور تعلیم گاہوں وغیرہ کا جو ماحول ہے وہ اصلاح کی بجائے بگاڑ والا زیادہ ہے۔ اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم کم ازکم اپنے گھریلو ماحول کو اسلامی اصولوں کے مطابق کرلیں جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم بیرونی ماحول سے کم متاثر ہوں گے نیز اگر بیرونی ماحول میں رہنے کی وجہ سے کچھ بگاڑ پیدا ہوا تو گھریلو دینی ماحول میں رہنے کی وجہ سے کچھ اسلامی عادات بھی بنیں گی...... گھریلو ماحول کا سنوار اور بگاڑ عموماً خاتونِ خانہ کے مرہونِ منت ہوتا ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ خاتونِ خانہ عموماً ہر وقت گھر میں ہوتی ہے جبکہ مرد حضرات عموماً بیشتر وقت گھر سے باہر گزارتے ہیں دوسرے اسلامی ھدایات کے مطابق گھریلو کام و نظام چلانے کی استعداد و

Idara Ghufran

صلاحیت فطری طور پر عورت کو عطا فرمائی گئی ہے۔

تیسرے حدیث کی رو سے عورت کو گھر کا سربراہ اور نگران قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

''اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں باز پُرس کی جائیگی'' (مشکوٰۃ ص ۳۲۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

یعنی عورت اپنے شوہر کی اولاد اور اس کے گھر بار کی اصلاح و سنوار اور دیکھ بھال کی ذمہ دار ہے اور قیامت کے روز اس سے اس بارے میں پوچھ ہوگی کہ اس نے اولاد کو سنوارنے، ان کو مہذب، سلیقہ مند اور دیندار بنانے میں کتنی فکر اور کوشش کی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں ''اور اس کی اولاد'' کے الفاظ خاص طور پر غور و فکر کے قابل ہیں کیونکہ یہ نہیں فرمایا گیا کہ ''شوہر کا گھر اور اپنی اولاد'' بلکہ یوں فرایا کہ شوہر کے گھر اور اس کی اولاد، ان الفاظ میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خاتونِ خانہ نہ صرف اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کی ذمہ دار ہے بلکہ اگر شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد اس کے زیر پرورش ہو تو اسے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر اور کوشش بھی کرتے رہنا چاہیئے اس لئے کہ آخر وہ بھی ایک طرح سے اپنی ہی اولاد ہے ورنہ شوھر کی خاطر سے ہی ان کی طرف توجہ رکھے کہ شوہر کا بڑا مرتبہ ہے۔ چوتھے بچے عموماً تربیت کا زمانہ اپنی ماؤں کے قریب رہ کر گزارتے ہیں۔ چھ سات سال کی عمر تک بچوں میں اچھی یا بری عادتیں عموماً پختہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے تحریر فرمایا ہے کہ ''چار پانچ سال کی عمر میں بچہ میں اچھی یا بری عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں'' ایک تجربہ کار کا مقولہ ہے کہ:

''بچوں کی اصلاح کا وقت پانچ سال تک ہے اس مدت میں جتنے اخلاق (یعنی عادتیں) اس میں پختہ ہونے ہوتے ہیں پختہ ہو جاتے ہیں اس کے بعد اس میں پھر کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی'' (اصلاح خواتین ص ۲۴۹)

اور اس عمر تک بچے اپنا اکثر وقت ماؤں کے پاس گزارتے ہیں اس لئے عورتوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اور اپنے شوہر کی اولاد کی اصلاح و تربیت پر بھرپور توجہ دیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بچوں کی پرورش زیادہ تر ماؤں کی آغوش (گود) میں ہوتی ہے لہٰذا ان کو اخلاق حسنہ (اچھے اخلاق و عادات) سکھلانا اور نماز وغیرہ کی تعلیم دینا عورتوں کے ذمہ ضروری ہے اس میں ہرگز غفلت نہ کریں'' (اصلاح خواتین ص ۲۵۲)

یہی بچے ہمارے گھر کے افراد ہیں جن سے ہمارا گھریلو ماحول و معاشرہ تشکیل پاتا ہے جس کی اصلاح کی ذمہ دار ایک خاتونِ خانہ ہے۔ خواتین کو اسی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانے کیلئے ان صفحات میں ایک حقیر

سی کاوش کی گئی ہے۔غور فرمائیں! ایک گھریلو عورت پر کتنی بڑی اور اہم ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنے اور اپنے شوہر کے بچوں اور بچیوں کو باسلیقہ، دیندار اچھے اخلاق والا، پاکیزہ جذبات والا، اور ستھری اور سادہ معاشرت والا بنانے کی ذمہ دار ہے...... چونکہ یہی بچے بچیاں کل کو جوان ہو کر معاشرے کے مختلف کل پرزوں کی حیثیت سے کام کریں گے اگر ہر خاتونِ خانہ اپنی اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرتی رہے تو نہ صرف یہ کہ گھر کا ماحول پاکیزہ اور دینی بن جائے بلکہ پورا معاشرہ سنور سکتا ہے۔گویا معاشرے کے سنوار کی بنیادیں رکھنے کا کام عورتوں کے ذمے لگایا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر قاری خاتون کو تھوڑی دیر کیلئے انصاف کے ساتھ اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ آیا اس نے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بارے میں اپنی گذشتہ زندگی میں سنجیدگی کے ساتھ کتنی مرتبہ سوچا ہے یا اس کیلئے کتنی کوشش کی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو کہ دیندار سمجھی اور کہی جانے والی خواتین میں سے بھی کتنی ہی خواتین کو اس بات کا سرے سے علم ہی نہیں ہے کہ دینی اعتبار سے ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے جس کے بارے میں بروز قیامت بازپُرس ہوسکتی ہے۔اس لئے تمام خواتین کو چاہئے کہ آج ہی سے اپنی اس اہم ذمہ داری کا احساس اپنے اندر پیدا کریں اور اس فکر کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیں نیز اس کے لئے مناسب عملی اقدام کریں۔

گھریلو ماحول دینی بنانے کا طریقہ

طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول گذشتہ زندگی میں اس ذمہ داری سے علمی و عملی غفلت کے گناہ سے اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ و استغفار کی جائے اس کے بعد اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا اپنی طرف سے پختہ ارادہ کریں پھر اللہ تعالیٰ سے اس ذمہ داری سے سبکدوشی کی دعا کریں۔دوسروں کو نصیحت کرنے سے زیادہ اپنے آپ کو نصیحت کریں، فرائض واجبات کی ادائیگی اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔
اس کے ساتھ ساتھ حکمت و دانائی اور خلوص و ہمدردی کے ساتھ اپنے اہلِ خانہ خصوصاً بچے بچیوں کو دیندار و باتمیز بنانے کی کوشش کو اپنی عمر بھر کا وظیفہ بنالیں۔
نیز اس سلسلے میں مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی لکھی ہوئی کتابوں کو عمل کے ارادے سے پڑھنے کا معمول بنالیں، اس سلسلے کی چند ایک کتب درج ذیل ہیں:

(۱)......بہشتی زیور (۲)......اصلاحِ خواتین (۳)......اصلاح النساء از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (۴)......تحفۂ خواتین از مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ۔

حق تعالیٰ سب کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللّٰہ

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

خطبہ کے وقت بات چیت کرنے اور نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ شروع کردے تو اس وقت میں لوگوں کا بات چیت کرنا اور نوافل یا سنتوں میں مشغول ہونا کیسا ہے؟ بعض لوگ ایسی حالت میں مسجد میں آ کر تحیۃُ المسجد پڑھتے ہیں، اسی طرح دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اُٹھا کر زبان سے دعا کرتے ہیں، اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کئی احادیث میں خطبہ کے وقت خاموش رہنے اور خطبہ غور سے سُننے کی فضیلت و ترغیب اور تاکید آئی ہے؛ خطبہ شروع ہوجانے کے بعد خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

خطبہ کے درمیان بات چیت یا کوئی بھی لغو حرکت کرنا، جس کی وجہ سے خطبہ سے توجہ ہٹ جائے، یہاں تک کہ خطبے کے دوران ایسا ذکر کرنا اور ایسی بات کرنا جو دوسرے اوقات میں ثواب کا ذریعہ ہو، وہ بھی منع ہوجاتی ہے، چنانچہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، زبان سے دعا کرنا (خواہ دونوں خطبوں کے درمیان ہو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا، یہ سب کام خطبہ کے درمیان منع ہوجاتے ہیں، البتہ زبان کو حرکت دیئے بغیر دل ہی دل میں ذکر کرلینے میں حرج نہیں بشرطیکہ خطبہ سے توجہ نہ ہٹے کیونکہ خطبہ کا سننا بھی بذاتِ خود عبادت اور ذکر و ثواب میں داخل ہے۔

خطبہ شروع ہونے کے بعد کسی قسم کی سنت و نفل نماز پڑھنا بھی جائز نہیں، گناہ ہے؛ اگر کسی نے پہلے سے سنتیں شروع کررکھی ہیں اور اسی حالت میں خطبہ شروع ہوجائے تو دو رکعتوں پر سلام پھیر دینا چاہیے، اور اگر تیسری رکعت شروع کرچکا ہو تو خیر چاروں رکعتیں پوری کرلینا چاہیے۔

خطبہ سے پہلے امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جانے والی اذان کا جواب بھی زبان سے نہیں دینا چاہیے، ہاں زبان کو حرکت دیے بغیر دل ہی دل میں دے سکتے ہیں، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ بہت سی وجوہات کی بناء پر نماز کی طرح ہے، بلکہ دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔

اور اسی وجہ سے خطبہ کا غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا جس طرح نماز کے دوران بات چیت اور

دوسری حرکات وسکنات ممنوع ہیں، اسی طرح خطبہ کے دوران بھی ممنوع ہیں۔

(ماخوذ از احسن الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲، و ۱۳۵، باب الجمعۃ والعیدین)

(۱)......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ، غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى (بخاری، باب لایفرق بین اثنین یوم الجمعة، حدیث نمبر ۸۵۹)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر ہو سکے پاکی حاصل کرے (یعنی لبیں اور ناخن کاٹے، زیرِ ناف اور بغلوں کے بال دور کرے اور پاک وصاف کپڑے پہنے) پھر سر میں تیل لگائے، یا خوشبو (عطر) لگائے، پھر جمعہ کے لئے نکلے اور (مسجد پہنچ کر) دو آدمیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی دو آدمیوں کے درمیان اگر جگہ نہ ہو تو اُن کو الگ کر کے درمیان میں نہ گھسے) پھر جتنی اس کے مقدر میں ہو (یعنی نوافل یا جمعہ کی سنت) نماز پڑھے، پھر جب امام (خطبے کے لیے) برآمد ہو تو وہ خاموش رہے تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے درمیان کے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے خطبہ شروع کرنے کے بعد نماز نہیں ہے، اور اس سے پہلے پہلے ذکر کا موقع ہے۔

(۲)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۴۱۹ واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۸۸۶، ترمذی، حدیث نمبر ۴۵۸، ابنِ ماجه، حدیث نمبر ۱۰۸۰، مسند احمد، حدیث نمبر ۹۱۲۰، صحیح ابنِ خزیمه، حدیث نمبر ۱۶۶۰ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۱۲۳۸)

ترجمہ: ''جس نے وضو کیا اور خوب اچھے طریقہ پر وضو کیا، پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے آیا، اور اس نے توجہ سے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے، اور مزید تین دن کے بھی؛ اور جس نے کنکری کو

چُھوا تو اس نے لغو حرکت کی'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: جمعہ کے دن اصل میں تو غسل کرنا ہی سنت ہے، لیکن اگر کوئی وضو کرے تو بھی گناہ نہیں، اس حدیث میں خطبہ توجہ کے ساتھ سُننے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے پر دس دن کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے، اور خطبہ کے وقت کنکری وغیرہ کے چُھونے کو بھی لغو حرکت بتلایا گیا ہے۔

(۳)......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ مَسَّ مِنْ طِيْبِ امْرَاَتِهٖ اِنْ كَانَ لَهَا وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَالْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا وَمَنْ لَغَا اَوْ تَخَطّٰى كَانَتْ لَهٗ ظُهْرًا (صحيح ابن خزيمه، حديث نمبر ۱۷۰۷، باب جماع ابواب الاذان واللفظ لهٗ، شرح معانى الآثار، باب الرجل يدخل المسجد، جزء ۲ صفحه ۱۵۳)

ترجمہ: ''جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور (اپنے پاس خوشبو نہ ہو تو) بیوی کے پاس اگر خوشبو ہو تو اس کو لگایا؛ [۱] اور اچھا لباس پہنا، پھر لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلاندا اور نہ خطبہ کے وقت کوئی لغو حرکت (کام یا کلام) کی تو دونوں جمعوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، اور جس نے لغو حرکت کی یا گردنوں کو پھلاندا تو یہ اس کے لیے بوجھ (اور وبال) ہے'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: اس حدیث میں پہلے تو خطبہ کے وقت خاموش رہنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور اس کے بعد لغو حرکت کرنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور خطبہ کے وقت کسی کو چُپ رہنے کو کہنا بھی لغو حرکت ہے، چہ جائیکہ کوئی اور بات کرنا۔

(۴)......حضرت عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے:

اَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُؤْذِيْ اَحَدًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْاِمَامَ خَرَجَ صَلّٰى مَابَدَالَهٗ، وَاِنْ وَجَدَ الْاِمَامَ قَدْ خَرَجَ جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ حَتّٰى يَقْضِيَ الْاِمَامُ جُمُعَتَهٗ وَكَلَامَهٗ اِنْ لَّمْ يُغْفَرْلَهٗ فِيْ جُمُعَتِهٖ تِلْكَ ذُنُوْبُهٗ كُلُّهَا اَنْ تَكُوْنَ كَفَّارَةً لِلْجُمُعَةِ الَّتِيْ قَبْلَهَا (مسند احمد، باب حديث نبيشة الهذلى رضى الله عنه، حديث نمبر ۱۹۷۹۶) [۲]

---

[۱] دوسری احادیث کے پیش نظر اپنی بیوی کی خوشبو استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے پاس خوشبو نہ ہو، تو بیوی کی خوشبو استعمال کر لے یا جو خوشبو بھی گھر میں میسر ہو وہ استعمال کر لے۔

[۲] ورجاله رجال الصحيح خلا شيخ احمد وهو ثقة (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحه ۲۱۰)

ترجمہ: ''جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد آئے، اس طرح سے کہ کسی کو ایذاء وتکلیف نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی خطبہ کے لیے نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سننے لگے، یہاں تک کہ امام خطبہ اور نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو (یہ عمل) دوسرے جمعہ کے لیے تو کفارہ ہو ہی جائے گا'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: اس حدیث میں فضیلت بیان کرتے وقت امام کے نکلنے کے بعد نماز پڑھے بغیر خاموشی سے بیٹھ جانے اور خطبہ سننے کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ امام کے نکلنے کے بعد نماز نہیں ہے۔

(۵)......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ فِی الْجُمُعَۃ ثَلاَثٌ، رَجُلٌ شَھِدَھَا بِسُکُوْنٍ وَوَقَارٍ، وَاِنْصَاتٍ، وَذَالِکَ الَّذِیْ یُغْفَرُلَہٗ مَابَیْنَ الْجُمُعَتَیْنِ، قَالَ: حَسِبْتُ قَالَ: وَزِیَادَۃُ ثَلاَثَۃِ اَیَّامٍ، قَالَ وَشَاھِدٌ شَھِدَھَا بِلَغْوٍ فَذَالِکَ حَظُّہٗ مِنْھَا، وَرَجُلٌ صَلّٰی بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ فَلَیْسَتْ بِسُنَّۃٍ اِنْ شَاءَ أَعْطَاہُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَہٗ (مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۵۳۶۵ جزء۳ صفحہ ۲۱۰ واللفظ لہٗ، ابوداؤد، حدیث نمبر ۹۳۹؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۷۰۲۷؛ صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر ۱۷۱۰؛ باب جماع ابواب الأذان)

ترجمہ: ''جمعہ کے (لئے آنے کے) معاملے میں لوگ تین طرح پر ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون اور وقار اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہوا، یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مزید کے بھی؛ دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں شریک ہو کر لغو کام کرتا ہے، اس کا حصہ تو یہی لغو و بیکار کام ہے، اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھی، اس کی یہ نماز سنت کے مطابق نہیں؛ اللہ چاہے تو اس کو دے اور چاہے تو نہ دے'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد ہیں، آپ نے امام کے خطبہ کے لیے نکلنے کے بعد نماز پڑھنے کے سنت ہونے کی نفی فرمادی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایسی بات حضور ﷺ سے ثبوت کے بغیر کہنا مشکل ہے، آپ نے حضور ﷺ کے قول وفعل ہی کی روشنی میں اس کے سنت ہونے کی نفی فرمائی ہوگی۔

(۶)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَالْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَالَّذِيْ يَقُوْلُ لَهُ اَنْصِتْ لَيْسَتْ لَهُ جُمُعَةٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۱۴ جزء۲، صفحہ۳۴)

ترجمہ: ''جوشخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے وقت کلام کرتا ہے وہ گدھے کی طرح ہے، جس نے اپنے اوپر بوجھ لادرکھا ہو، اور جوشخص بات کرنے والے کو یہ کہے کہ خاموش ہوجا، اس کا جمعہ (یعنی جمعہ کا مخصوص ثواب) نہیں ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں امام کے خطبہ دینے کے وقت بات کرنے والے کے لیے گدھے کی طرح بوجھ لادنے کی طرح وعید بیان کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔

(۷)......حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک شخص سے کہا:

لاَ صَلَاةَ لَكَ، قَالَ فَذَكَرَ ذَالِكَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ سَعْدًا قَالَ لاَصَلَاةَ لَكَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لِمَ يَاسَعْدُ؟ فَقَالَ اِنَّهُ تَكَلَّمَ وَاَنْتَ تَخْطُبُ فَقَالَ "صَدَقَ سَعْدٌ" ؟ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۱۵ جزء۲، صفحہ۳۴)

ترجمہ: ''تیری نماز (قبول) نہیں ہے، راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس بات کا حضور ﷺ سے ذکر کیا کہ اے اللہ کے رسول! سعد یہ کہتے ہیں کہ آپ کی نماز (قبول) نہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیوں اے سعد؟ تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور یہ بات کررہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد نے سچ فرمایا'' (ترجمہ مکمل)

(۸)......اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

كَانَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَءَ سُوْرَةً فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مَتٰى نُزِلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ ؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا قَضىٰ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلَاتَهُ قَالَ اُبَيٌّ لِاَبِيْ ذَرٍّ مَا لَكَ مِنْ صَلَاتِكَ اِلَّامَالَغَوْتَ فَدَخَلَ اَبُوْذَرٍّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ بِذَالِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَدَقَ اُبَيٌّ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعۃ والامام یخطب ھل ینبغی ان یرکع ام لا؟ جلداول، صفحہ ۲۵۲، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، آپ ﷺ نے ایک سورت کا خطبہ میں ذکر کیا، حضرت ابوذر نے حضرت ابی بن کعب سے کہا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی تھی؟ حضرت ابی بن کعب نے ان سے اعراض کیا (اور کوئی جواب نہیں دیا) پھر جب رسول

اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز مکمل فرمالی، تو حضرت ابی بن کعب نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ آپ کو آپ کی نماز سے سوائے آپ کی اس لغو حرکت کے اور کچھ نہیں ملا؛ تو حضرت ابوذر حضور علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی بن کعب نے سچ (اور درست) فرمایا'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: خطبہ کے دوران ایک دینی بات معلوم کرنے کو بھی لغو قرار دے دیا گیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خطبہ کے دوران نفل وسنت نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔

(۹)......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ وَالِاِمَامُ عَلَی الْمَنبَرِ فَلاَ صَلاَۃَ وَلاَ کَلاَمَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْاِمَامُ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۸۴ بحوالہ طبرانی فی الکبیر؛ وفتح الباری، باب اذا رأی الامام رجلاً جاء وھو یخطب وقال الھیثمی: وفیہ ایوب بن نھیک وھو متروک ضعفہ جماعۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یخطیٔ) [۱]

''قلت والاختلاف لایضر فالحدیث حسن ان شاء اللہ تعالیٰ، ولہ شواھد'' (اعلاءُ السنن، جلد۲ صفحہ ۷۸، باب کراھۃ الصلاۃ والکلام اذا خراج الامام للخطبۃ یوم الجمعۃ لاسیما اذا شرع فیھا)

ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر (جمعہ کے خطبہ کے لیے) آجائے تو نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ کوئی بات کرے، یہاں تک کہ امام فارغ ہوجائے'' (ترجمہ مکمل)

(۱۰)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا (ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ الکلام والامام یخطب، حدیث نمبر ۴۷۰ واللفظ لہٗ، نسائی، باب الانصات للخطبۃ یوم الجمعۃ، حدیث نمبر ۱۳۸۴، مسند احمد، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۹۷۴۴)

ترجمہ: ''اگر کسی نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کی حالت میں (کسی بات کرنے والے سے) کہا کہ خاموش رہ! تو اُس نے بھی لغو کام کیا'' (ترجمہ مکمل)

خطبہ شروع ہونے کے بعد خاموش رہنے اور خطبہ سننے کے علاوہ کوئی دوسرا کام یا کلام کرنے اور نماز پڑھنے کی ممانعت جلیل القدر صحابۂ کرام اور تابعین سے بھی ثابت ہے، جن کے چند حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱۱)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۱] ولکن لم اجد ھٰذہ الراویۃ فی الطبرانی الکبیر، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال. محمد رضوان

كَفٰى لَغْوًا اِذَا صَعِدَ الْاِمَامُ الْمِنبَرَ اَنْ تَقُوْلَ لِصَاحِبِكَ "اَنْصِتْ" (مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۷، جزء ۲ صفحه ۳۳، واللفظ لهٗ، ورواه الطبرانی فی الکبیر باختلاف یسیر، حدیث نمبر ۹۴۲۸)

ترجمہ: ''لغو ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جب امام (خطبہ کے لیے) منبر پر چڑھ جائے تو آپ اپنے کسی ساتھی سے یہ کہیں کہ خاموش ہوجا'' (ترجمہ مکمل)

(۱۲)......حضرت ثعلبہ بن ابو مالک قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَدْرَكْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانَ الْاِمَامُ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلَاةَ فَاِذَا تَكَلَّمَ تَرَكْنَا الْكَلَامَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۵ جزء۲، صفحه۳۳)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو پایا، پس جب امام جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز کے لیے) نکلتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے اور جب امام (خطبہ کے لیے) کلام کرتا تھا تو ہم گفتگو چھوڑ دیتے تھے'' (ترجمہ مکمل)

یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین ہیں، جن کے قول وفعل کو صحیح حدیث میں حضور ﷺ نے سنت سے تعبیر فرمایا ہے، اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کے جلیل القدر تابعین مقتدیوں کا یہ عمل خلفائے راشدین کی تعلیم ہی کا اثر تھا کہ امام کے خطبہ کے لیے تشریف لانے کے وقت نماز اور خطبہ کے وقت گفتگو چھوڑ دیا کرتے تھے، اور یہ چھوڑنا اسی وجہ سے تھا کہ ان میں کوئی خرابی تھی۔

لہٰذا اِن حضرات کا یہ طرزِ عمل دونوں خلفائے راشدین سے ثابت شُدہ تھا۔

(۱۳)......حضرت حجاج حضرت عطا رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عطاء نے حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

اَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ (مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر ۶ جزء۲، صفحه۳۳) [1]

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم جمعہ کے دن امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے'' (ترجمہ مکمل)

جلیلُ القدر صحابۂ کرام کا امام کے خطبہ کے لیے تشریف لانے پر نماز اور کلام کو مکروہ قرار دینا حضور ﷺ کی

---

[1] ورجالهٗ ثقات (اعلاءُ السنن جلد۲ صفحه ۷۹)

مبارک تعلیم ہی کی وجہ سے تھا۔

(۱۴)......حضرت حجاج حضرت عطاء رحمہ اللہ ہی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عطاء حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ لَمْ يُصَلِّ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۷ جزء ۲، صفحہ ۴۳) ۱؎

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن (سنت ونفل) نماز پڑھتے رہتے تھے، لیکن جب امام (خطبہ کے لیے) نکل جاتا تھا تو پھر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے'' (ترجمہ مکمل)

امام کے خطبہ کے لیے تشریف لانے کے بعد نماز چھوڑ دینا اور اس سے پہلے پڑھتے رہنا اسی وجہ سے تھا کہ آپ کے نزدیک اس میں کوئی کراہت اور خرابی تھی، جس کی وضاحت گزشتہ روایت میں گزر چکی۔

(۱۵)......حضرت ابنِ جریج حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّهُمْ كَرِهُوا الصَّلَاةَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مصنف ابن ابی شیبۃ جلد۲ صفحہ ۲۷۸)

ترجمہ: ''لوگ امام کے خطبہ دیتے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے'' (ترجمہ مکمل)

جلیلُ القدر تابعی حضرت عطاء کا یہ فرمان صحابۂ کرام یا کم از کم تابعین کے بارے میں ہے، جو کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک بہت بڑی سند ہے (قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۱۲۸)

(۱۶)......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ وَالْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ مَعْصِيَةٌ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة والامام یخطب هل ینبغی ان یرکع ام لا؟ جلداول، صفحہ ۲۵۳، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

ترجمہ: ''جس وقت امام (خطبہ کے لیے) منبر پر تشریف فرما ہو، اس وقت نماز پڑھنا گناہ ہے'' (ترجمہ مکمل)

اس روایت میں امام کے خطبہ کے لیے منبر پر تشریف فرما ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے کو واضح طور پر گناہ فرمایا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحابی صرف اپنی رائے سے کسی کام کے گناہ ہونے کا حکم نہیں لگایا کرتا، اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے، اور اگر کہا جائے کہ یہ ان صحابی نے اپنی رائے اور اجتہاد وقیاس سے حکم فرمایا ہے، تب بھی ہمارے نزدیک صحابی کا قیاس حجت ہے (اعلاء السنن)

(۱۷)......حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

۱؎ وقد مر الکلام علیٰ هذه الراویة.

انہوں نے فرمایا:

اِذَا قَعَدَ الْاِمَامُ عَلَی الْمِنبَرِ فَلاَ صَلاَ ۃَ (مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۲ صفحہ ۱ ۲)

ترجمہ: ''جب امام (خطبہ کے لیے) منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز نہیں ہے'' (ترجمہ مکمل)

''کوئی نماز نہیں ہے'' کا مطلب یہی ہے کہ کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۱۸)......حضرت ابنِ شہاب رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ثعلبہ نے اُن سے فرمایا:

اَنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ زَمَانِ عُمَرَ ابنِ الْخَطَّابِ یُصَلُّوْنَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ حَتّٰی یَخْرُجَ عُمَرُ فَاِذَا خَرَجَ عُمَرُ وَجَلَسَ عَلَی الْمِنبَرِ وَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُوْنَ قَالَ ثَعْلَبَۃُ: جَلَسْنَا نَتَحَدَّثُ فَاِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُوْنَ وَقَامَ عُمَرُ یَخْطُبُ اَنْصَتْنَا فَلَمْ یَتَکَلَّمْ مِنَّا اَحَدٌ . قَالَ ابْنُ شِھَابٍ: فَخُرُوْجِ الْاِمَامِ یَقْطَعُ الصَّلاَ ۃَ وَکَلاَ مُہٗ یَقْطَعُ الْکَلاَ مَ (مؤطاء، باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب، حدیث نمبر ۵ ۲ ۱)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ جمعہ کے دن امام کے (خطبہ دینے کے لیے) نکلنے تک نماز پڑھتے رہتے تھے (اس کے بعد نہیں) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکل کر تشریف لے آتے اور منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن اذان دیتے تو حضرت ثعلبہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی بیٹھ جاتے اور (کوئی دین کی) بات چیت کرلیا کرتے تھے، پھر جب مؤذن اذان سے فارغ ہوکر خاموش ہوجاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوجاتے تو ہم سب خاموش ہوجاتے، اور ہم میں سے کوئی گفتگو نہ کرتا؛ حضرت ابنِ شہاب (جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ اس واقعہ سے شرعی حکم نکال کر) فرماتے ہیں: پس امام کا (خطبہ کے لیے) نکلنا نماز کو ختم کردیتا ہے اور امام کا (خطبہ کے لیے) کلام فرمانا کلام کو ختم کردیتا ہے'' (ترجمہ مکمل)

(۱۹)......اور مسند امام شافعی میں حضرت ابنِ شہاب رحمہ اللہ کی حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس طرح یہ روایت ہے کہ حضرت ثعلبہ نے اُن سے فرمایا:

اِنَّ قُعُوْدَ الْاِمَامِ یَقْطَعُ السُّبْحَۃَ وَاِنَّ کَلاَمَہٗ یَقْطَعُ الْکَلاَمَ وَاِنَّھُمْ کَانُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَعُمَرُ جَالِسٌ عَلَی الْمِنبَرِ فَاِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ عُمَرُ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰی یَقْضِیَ الْخُطْبَتَیْنِ کِلْتَیْھِمَا فَاِذَا قَامَتِ الصَّلاَ ۃُ وَنَزَلَ عُمَرُ تَکَلَّمُوْا (مسند الشافعی، باب قعود الامام یقطع السبحۃ، وأن کلامہ یقطع الکلام، حدیث نمبر ۲۵۴)

ترجمہ: امام کا منبر پر بیٹھ جانا تسبیح (ونماز) کو ختم کر دیتا ہے اور امام کا کلام کرنا (یعنی خطبہ شروع کرنا) کلام کو ختم کر دیتا ہے، اور لوگ جمعہ کے دن بات چیت کرتے رہتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے، پس جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہوجاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوجاتے تھے، پھر کوئی بات چیت نہیں کیا کرتا تھا؛ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں خطبوں سے فارغ ہوجاتے، پھر جب نماز کھڑی ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خطبہ پڑھ کر منبر سے) نیچے تشریف لے آتے تو لوگ کچھ (ضروری آخرت کی) بات چیت کرلیا کرتے تھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ثعلبہ نے بعض صحابۂ کرام کو پایا ہے، اس لیے ان کا یہ ارشاد اہمیت کا حامل ہے۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ دینے کے لیے آتے وقت ہی سے نماز کا سلسلہ ختم ہوجایا کرتا تھا اور خطبہ دیتے رہنے کے وقت کوئی بات چیت بھی نہیں کیا کرتا تھا (اعلاء السنن جلد۸ صفحہ۸۲)

(۲۰)......حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے:

اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یُّصَلِّیَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة والامام یخطب ھل ینبغی ان یرکع ام لا؟ جلداول، صفحہ ۲۵۳، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

ترجمہ: ''حضرت مجاہد امام کے خطبہ دینے کی حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے'' (ترجمہ مکمل)

(۲۱)......مشہور تابعی حضرت ابنِ سیرین فرماتے ہیں:

اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا یُصَلِّ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرُغَ الْاِمَامُ (مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ صفحہ ۲۷۸)

ترجمہ: ''جب امام (خطبہ کے لیے) نکل آئے تو کوئی نماز نہ پڑھے، یہاں تک کہ امام فارغ ہوجائے'' (ترجمہ مکمل)

(۲۲)......حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں::

خُرُوْجُ الْاِمَامِ یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ وَکَلَامُہٗ یَقْطَعُ الْکَلَامَ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۸ جزء ۲، صفحہ ۳۳)

ترجمہ: ''امام کا جمعہ کے دن نماز کے لیے نکلنا نماز کو ختم کر دیتا ہے، اور امام کا کلام (یعنی خطبہ دینا) کلام کو ختم کر دیتا ہے'' (ترجمہ ختم)

(۲۳)......حضرت امام زہری رحمہ اللہ ایسے شخص کے بارے میں جو جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے وقت آئے، فرماتے ہیں:

یَجْلِسُ وَلاَ یُصَلِّیْ (مصنف ابن ابی شیبة، جلد۲ صفحہ ۲۱)

ترجمہ:''وہ شخص (خاموشی سے) بیٹھ جائے، اور کوئی نماز نہ پڑھے'' (ترجمہ مکمل)

(۲۴)......اور امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت امام ابنِ شہاب زہری رحمہ اللہ کے بارے میں اس طرح روایت فرماتے ہیں:

یَجْلِسُ وَلاَ یُسَبِّحُ اَیْ لاَ یُصَلِّیْ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة والامام یخطب هل ینبغی ان یرکع ام لا؟ جلداول، صفحہ ۲۵۳، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

ترجمہ:''یہ شخص (خاموشی سے) بیٹھ جائے، کوئی تسبیح نہ پڑھے یعنی کوئی نماز نہ پڑھے'' (ترجمہ مکمل)

فائدہ: امام زہری رحمہ اللہ نے بعض صحابۂ کرام کو پایا ہے، اور ان سے احادیث سنی ہیں، اور بڑے بڑے تابعین کی صحبت سے مستفید ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اس لیے ان کا یہ ارشاد بہت اہمیت رکھتا ہے

(مصنف ابنِ ابی شیبة، جزء اصفحہ ۶)

اب اس سلسلہ میں چند محدثین وفقہاء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں، تاکہ معلوم ہو کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ بقول معترضین اپنی طرف سے فرمایا ہے، یا احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین کے اقوال وارشادات کی روشنی میں فرمایا ہے:

(۱)......امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ أَمَرَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ بِالْاِنْصَاتِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ وَجَعَلَ حُکْمَهَا فِیْ ذَالِکَ کَحُکْمِ الصَّلٰوةِ وَجَعَلَ الْکَلاَمَ فِیْهَا لَغْوًا فَثَبَتَ بِذَالِکَ اَنَّ الصَّلٰوةَ فِیْهَا مَکْرُوْهَةٌ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة والامام یخطب هل ینبغی ان یرکع ام لا؟ جلداول، صفحہ ۲۵۲، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

ترجمہ:''پس رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا ہے، اور اس سلسلہ میں خطبہ کو نماز کا حکم اور نماز کا درجہ دیا ہے، اور خطبہ کے دوران بات چیت کرنے کو لغو قرار دیا ہے، پس اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خطبہ کے دوران نماز مکروہ ہے'' (ترجمہ مکمل)

(۲)......امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا مَحْظُورَاتُ الْخُطْبَةِ فَمِنْهَا أَنَّهُ يُكْرَهُ الْكَلَامُ حَالَةَ الْخُطْبَةِ، وَكَذَا قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ، وَكَذَا الصَّلَاةُ ...... (وبعد أسطر) ...... وَكَذَا كُلُّ مَا شَغَلَ عَنْ سَمَاعِ الْخُطْبَةِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالْكِتَابَةِ وَنَحْوِهَا بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَّسْتَمِعَ وَيَسْكُتَ وَأَصْلُهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا '' قِيلَ نُزِلَتِ الْآيَةُ فِيْ شَأْنِ الْخُطْبَةِ أَمَرَ بِالْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَمُطْلَقُ الْأَمْرِ لِلْوُجُوْبِ (البدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل صلاة الجمعة، حكم الخطبة)

ترجمہ: ''رہی خطبے کی ممنوع چیزیں، تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ خطبہ کی حالت میں کلام کرنا مکروہ (تحریمی قریب بحرام) ہے اوراسی طرح قرآن مجید کی قراءت کرنا اوراسی طرح نماز پڑھنا (چندسطروں کے بعد ہے) اوراسی طریقے سے ہر وہ چیز مکروہ (تحریمی) ہے جو خطبے کے سننے میں خلل ڈالے، مثلاً تسبیح تہلیل اور کتابت وغیرہ بلکہ اس پر واجب ہے کہ خطبہ سُنے (اگرآواز آرہی ہو) اور خاموش رہے (اگرآواز نہ آرہی ہو) اوراس کی (ایک) دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سُنو اور خاموش رہو'' ایک قول کے مطابق یہ آیت خطبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس میں خطبہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیاہے، اور عام حکم واجب کے لیے ہوا کرتا ہے'' (ترجمہ مکمل)

(۴)......علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَحْرُمُ فِي الْخُطْبَةِ الْكَلَامُ وَأِنْ كَانَ أَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْبِيحًا، وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْكِتَابَةُ (فتح القدير، الجزء الثانی، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: ''خطبے کے دوران کلام کرنا اگرچہ امر بالمعروف ہی ہو، یا تسبیح ونماز پڑھنا اور کھانا پینا اور کتابت کرنا حرام (یعنی مکروہِ تحریمی) ہے'' (ترجمہ مکمل)

(۵)......علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنِعَ عَنِ التَّنَفُّلِ وَقْتَ الْخُطْبَةِ؛ لِاَنَّ الْاِسْتِمَاعَ فَرْضٌ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَرَامٌ وَقْتَهَا لِرِوَايَةِ الصَّحِيْحَيْنِ ''اِذَا قُلْتَ: لِصَاحِبِکَ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ'' فَكَيْفَ بِالتَّنَفُّلِ (البحر الرائق، الجزء الاول، كتاب الصلاة، التنفل وقت الخطبة)

ترجمہ: ''خطبہ کے وقت نفل پڑھنا ممنوع ہے، کیونکہ خطبہ سننا فرض ہے، اور امر بالمعروف خطبہ کے وقت حرام ہے، جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) کی روایت میں ہے کہ جب آپ

دوسرے کو یہ کہیں کہ خاموش ہو جا اور امام خطبہ دے رہا ہو تو آپ نے لغو کام کیا؛ پس نفل پڑھنے کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے'' (ترجمہ مکمل)

(۶)......علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا حَرُمَ فِي الصَّلاَةِ حَرُمَ فِي الْخُطْبَةِ، فَيَحْرُمُ اَكْلٌ وَشُرْبٌ وَكَلاَمٌ وَلَوْ تَسْبِيْحًا اَوْ رَدَّ سَلاَمٍ اَوْ اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اِلاَّ مِنَ الْخَطِيْبِ لِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مِنْهَا بِلاَفَرْقٍ بَيْنَ قَرِيْبٍ وَبَعِيْدٍ فِي الْاَصَحِّ (رد المحتار، فصل فی القراء ۃ، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: ''ہر وہ چیز جو نماز میں حرام ہے، خطبہ کے دوران بھی حرام ہے، پس اس لیے (خطبہ کے دوران) کھانا پینا، گفتگو کرنا اگرچہ ذکر و نماز ہو، یا سلام کا جواب دینا یا امر بالمعروف؛ یہ سب کام حرام ہیں، مگر خطیب کو امر بالمعروف جائز ہے کیونکہ یہ خطبہ سے تعلق رکھتا ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ چاہے کوئی شخص امام کے قریب ہو یا دور ہو'' (ترجمہ مکمل)

ایک شبہ کا جواب

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے جو احادیث و روایات اور دلائل پیچھے ذکر کیے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد کوئی بات چیت کرنا اور نماز پڑھنا مکروہ اور ممنوع ہے، لیکن اس کے برعکس ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعات پڑھنا چاہیے، چنانچہ حضرت سلیک صحابی کے بارے میں یہ واقعہ آتا ہے کہ وہ جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور بیٹھ گئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے سلیک کھڑے ہو جایئے اور دو رکعتیں پڑھیے اور ان کو مختصر طریقہ پر پڑھیے اور پھر فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن آئے اور امام اس وقت خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہیے کہ ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھ لے (مسلم حدیث نمبر ۱۴۴۹، کتاب الجمعۃ، التحیۃ والامام یخطب)

ہمارے فقہاء و محدثین نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱)...... اس واقعے سے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا، اس وقت آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے (مسلم حدیث نمبر ۱۴۴۸، کتاب الجمعۃ، التحیۃ والامام یخطب)

جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا تھا، لہٰذا ان روایات کو جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کا ذکر ہے نہ کہ خطبہ دینے کا، اس واقعہ کی تفصیل سمجھ کر یہ کہا جائے گا کہ اس وقت آپ نے خطبہ دینا

شروع نہیں کیا تھا (اعلاء السنن ج۲ص۹۱)

اورخطبہ شروع ہونے سے پہلے ہمارے بعض فقہاء نے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، جبکہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے فراغت حاصل کرلی جائے، اوراس روایت میں ہلکی پھلکی دورکعتیں پڑھنے کا ذکر موجود ہے ہی (اعلاء السنن ج۲ص۹۱)

(۲)......بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اس آنے والے شخص نے دورکعتیں مکمل نہیں کیں، اس وقت تک آپ ﷺ خاموش رہے، اورخطبہ شروع نہیں فرمایا (دارقطنی؛ مصنف ابن ابی شیبة)

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی آنے والا نماز پڑھے تو خطیب خاموش ہوجائے، اورآج کل ظاہر ہے کہ آنے والوں کی آمد کا سلسلہ آخر تک جاری رہتا ہے، جبکہ خود خطبہ ہی مختصر دینا سنت ہے، تو پھر ہر آنے والے کی رعایت کہاں تک ہوگی، اس کا نتیجہ اورانجام تو یہ نکلے گا کہ خطبہ کا معمول ہی پورا نہ ہو؛ اورصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خطبہ سے پہلے آنے کے عادی تھے، صرف یہ ایک واقعہ ہے جس میں دررکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

(۴)......اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھی جائے اور دوسری کئی احادیث وروایات کا تقاضا یہ ہے کہ نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے، اس طرح یہ ٹکراؤ جائز وناجائز اورحلال وحرام کا ہے، اورقاعدہ ہے کہ جب جائز وناجائز اورحلال وحرام کے دلائل میں ٹکراؤ ہوجائے تو ناجائز اور حرام ہونے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

لہٰذا اس قاعدہ واُصول کے پیشِ نظر مکروہ وممنوع ہونے کو ترجیح ہوگی (کذا فی درسِ ترمذی ج۲ص۲۹۱)

(۵)...... یہ دورکعتیں جن کا مندرجہ بالا حدیث میں ذکر آیا ہے، نفل نماز ہے، جو کہ کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے، اگر نہ پڑھی تو کسی کے نزدیک بھی گناہ نہیں، اور دیگر احادیث وروایات سے خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کا مکروہ وممنوع اورگناہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا احتیاط کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس وقت نماز نہ پڑھی جائے، کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں کسی حدیث کے مطابق بھی گناہ نہیں اور پڑھنے کی صورت میں جو دلائل ہم نے دیے ان کی رُو سے گناہ ہے، اورایسے اختلاف کے وقت ترجیح گناہ سے بچنے کو ہوا کرتی ہے (کذا فی درسِ ترمذی ج۲ص۲۹۲)

(کذا فی اعلاء السنن ج ۲ ص ۸۸، کراھة الصلاة والکلام بعد خروج الامام للخطبة)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔محمد رضوان ۱۴۲۹/۳/۲۳ھ

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب:مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۲۰ربیع الاول۱۴۲۴ھ، بروز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے،ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی،ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے،اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

کیا مغرب کے وقت پانی پینے سے انسان شیطان بن جاتا ہے؟

سوال: ہمارے ہاں اکثر بزرگ حضرات ماہِ رمضان کے علاوہ مغرب کے وقت پانی پینے سے منع کرتے ہیں، کیا یہ شرعی طور پر ٹھیک ہے، جبکہ وہ کوئی وجہ بھی نہیں بتاتے، بس یہ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہونے کے وقت پانی نہیں پینا چاہئے؟

جواب: ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں ہے، اور مغرب کے وقت ہی کیا، جس وقت بھی پیاس لگے اور روزہ وغیرہ نہ ہو، شرعاً اس وقت پانی پینا جائز ہے، کوئی گناہ کی بات نہیں، جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں، وہ اپنی بات کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں، کہ مرنے کے بعد شیطان پانی کا پیالہ لے کر آتا ہے، جبکہ اس مرنے والے کو غروب کا وقت معلوم ہو رہا ہوتا ہے، اور اگر وہ اس پانی کو اس وقت پی لے تو پھر وہ شیطان بن جاتا ہے، تو اس وقت چونکہ شیطان پانی پیش کیا کرتا ہے، اور یہ شیطان کے پانی پیش کرنے کا وقت ہے لہٰذا شیطان بننے سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس وقت پانی نہ پیا جائے (ملاحظہ ہو، آپ کے مسائل ج ا ص ۳۷۶، ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات ص ۱۸۵ اشاعت دوم مؤلفہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہ)

حالانکہ یہ روایت ہی سرے سے جھوٹی ہے، اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

البتہ بعض روایات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں جب میت کے پاس منکر نکیر

Idara Ghufran

فرشتے سوال کرنے کے لئے آتے ہیں ،تو جو شخص دنیا میں نمازی ہوتا ہے،اس کو اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے ،جیسا کہ سورج غروب ہونے والا ہے،چنانچہ جب یہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ پہلے مجھے نماز پڑھنے دو، بعد میں یہ کام کریں گے (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر الفصل الثالث)

گویا یہ بتلایا جارہا ہے کہ نمازی شخص کو نماز کی اتنی فکر ہوتی ہے کہ اس کے سامنے منکر نکیر کے سوال کی بھی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی کہ اسے نماز کی اہمیت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے یہ اسی شخص کی کیفیت ہوگی جو دنیا میں ساری چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر نماز کو ترجیح دیتا ہوگا۔

مگر اب عام لوگ نماز کے اتنے پابند کہاں ہیں،اپنے کاموں سے فارغ ہوکر جب وقت ملتا ہے،نماز پڑھنے آتے ہیں۔

مجھے ایک صاحب کی بات پسند آئی،ایک جگہ ایک صاحب مسجد بند کررہے تھے،ایک دوسرے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ تھوڑی دیر اور کھلی رہنے دیں اور تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں تاکہ میں ذرا نماز پڑھ لوں،تو وہ کہنے لگے کہ تم تو نماز کا اتنا خیال بھی نہیں کرتے کہ دوسری مصروفیات کو آگے پیچھے کرکے نماز کے وقت پر آجائیں، بلکہ ہر ایک اپنی من مانی کرتا ہے،اپنی دنیا کی مصروفیت سے جو بچا کھچا ٹائم ہوتا ہے اسی میں مسجد کا رخ کرتے ہیں،تو آپ مجرم ہو یا ہم مجرم ہیں،جب آپ کو خیال نہیں تو ہم بھی آپ کا خیال نہیں کرتے اور اپنے وقت پر مسجد بند کریں گے،ان کی بات بڑی وزنی محسوس ہوئی۔

بہرحال بعض لوگ جو پکے نمازی ہوں گے ان کا معاملہ تو پیچھے گزر چکا اور ان کے برخلاف بعض لوگ وہ ہیں کہ جب قبر میں منکر نکیر ان سے سوال کریں گے کہ:

''مَنْ رَبُّکَ ؟مَا دِیْنُکَ؟''

تو وہ ہائے ہائے کرکے ان سوالوں کے جواب سے لاعلمی ظاہر کریں گے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کافر کی موت کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے،اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں:

''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے''ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا''

پھر وہ پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے''ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا'' **ھَاہ ھَاہ لَاادْرِیْ الخ** (مشکوٰۃ

باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی)

حدیث شریف سے تو اتنی بات معلوم ہوتی ہے، اب اس سے اور باتیں نکالنا کہ اس وقت شیطان بھی پیالہ لے کر آتا ہے، اور اس وقت غروب کا وقت محسوس ہوگا، اور پینے والا شیطان کی طرف چلا جائے گا، وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں لوگوں کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اب آپ پوچھیں گے کہ پھر کس وقت پانی پینا چاہئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی پانی کی آپ کو ضرورت ہو اس وقت پی لینا چاہئے، چاہے رات ہو یا دن ہو، صبح ہو یا شام ہو، البتہ روزے کی حالت میں اور اسی طرح جب نماز پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تو کھانا پینا دونوں منع ہیں، ورنہ جب چاہیں پانی پی لینا جائز ہے۔

اور یہ جو سوال میں لکھا گیا ہے کہ ہمارے ہاں اکثر بزرگ حضرات الخ، تو اس کی درستگی کر لینی چاہئے، ان کو اکثر بزرگ نہیں بلکہ اکثر بوڑھے کہنا چاہئے، کیونکہ بزرگ کا لفظ دیندار اور عمر یافتہ حضرات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ لوگ دین کے اعتبار سے بزرگ نہیں ہیں۔

تو یوں کہنا چاہئے کہ بوڑھے پرانے لوگ منع کرتے ہیں، یا یوں کہیں کہ پرانی روایتیں ہیں، جو چلی آ رہی ہیں اور ہم نے بتلا دیا کہ ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں ایسی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہئے، اور اگر کوئی شخص اس طرح کی باتوں پر چلے اور یقین کرے گا تو وہ مشرکینِ مکہ کے طرزِ عمل پر چلے گا، اس لئے کہ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ، ہمارے بڑے یہی کام کرتے تھے:

قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا،

کہ ہم نے اپنے آبا وَاجداد کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے ہم بھی یہی کام کرتے ہیں۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۳)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا طویل حدیث شریف میں روایت فرماتے ہیں:

وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِیْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَاءِ حَتّٰی اِذَا نَفِدَ مَافِی السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ اِبْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَیْهِ یَتَلَوّٰی اَوْقَالَ یَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ کَرَاهِیَّةَ اَنْ تَنْظُرَاِلَیْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِی الْاَرْضِ یَلِیْهَا فَقَامَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِیْ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰی اَحَدًا فَلَمْ تَرَاَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِیْ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْیَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰی جَاوَزَتِ الْوَادِیْ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَیْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰی اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِکَ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَذٰلِکَ سَعْیُ النَّاسِ بَیْنَهُمَا.

فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَی الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِیْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَیْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتُ اِنْ کَانَ عِنْدَکَ غِوَاثٌ فَاِذَا هِیَ بِالْمَلَکِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰی ظَهَرَ الْمَآءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِیَدِهَا هٰکَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِیْ سِقَائِهَا وَهُوَ یَفُوْرُ بَعْدَ مَاتَغْرِفُ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِیْلَ لَوْ تَرَکَتْ زَمْزَمَ اَوْقَالَ لَوْلَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَکَانَتْ زَمْزَمَ عَیْنًا مَعِیْنًا الخ(صحیح بخاری حدیث نمبر۳۱۱۳)

ترجمہ: اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں، آخر جب مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں، اوران کے صاحبزادے بھی پیاسے رہنے

لگے، وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ ان کے سامنے ان کا لختِ جگر (پیاس کی شدت سے) پیچ وتاب کھا رہا ہے یا کہا (راوی کو شک ہے) کہ زمین پر لوٹ رہا ہے، وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں اس کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا، صفا پہاڑی وہاں سے سب سے زیادہ قریب تھی وہ (پانی کی تلاش میں)اسی پر چڑھ گئیں، اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے، لیکن کوئی انسان نظر نہ آتا تھا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچ گئیں تو اپنا دامن اٹھالیا (تاکہ دوڑتے وقت پاؤں میں نہ الجھے) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگی، پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں، اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں، کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے، لیکن کوئی نظر نہیں آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا۔

(راوی) ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا (صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لئے سعی اسی وجہ سے مشروع ہوئی۔

جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا خاموش! یہ خود اپنے ہی سے وہ کہہ رہی تھیں، اور آواز کی طرف انہوں نے کان لگادیئے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، پھر انہوں نے (آواز کی سمت مخاطب ہو کر) کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو، کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں آبِ زمزم (کا کنواں) ہے وہیں ایک فرشتہ موجود ہے، فرشتے نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کر دیا یا یہ کہا (راوی کو شک ہے) کہ اپنے بازو سے (زمین میں گڑھا کر دیا) جس سے وہاں پانی ظاہر ہو گیا، حضرت ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنادیا، اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا (تاکہ پانی نہ بہنے پائے) اور چلو سے پانی اپنے مشکیزے میں ڈالنے لگیں، جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضورﷺ نے فرمایا اللہ ام اسماعیل پر رحم کرے اگر زمزم کو انہوں نے یونہی چھوڑ دیا ہوتا یا یہ فرمایا (راوی کو شک ہے) کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی شکل اختیار کر لیتا۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو مکہ مکرمہ میں

چھوڑا، اورحضرت ہاجرہ ان کی بھوک و پیاس سے بے تاب ہوکران کے لئے خوراک و پانی کی تلاش میں بار بار صفاومروہ کی پہاڑی پر چڑھ رہی تھیں، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دوسال تھی۔ [1]

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں چھوڑا تو وہ شیر خوارگی کی مدت میں نہیں تھے بلکہ سنِ رشد کو پہنچ چکے تھے، اس کی دلیل میں وہ سورہ صافات کی ان آیات کو بیان کرتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۰۰) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (۱۰۱) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی. قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (۱۰۲) ....وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۱۲) وَبٰرَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰی اِسْحٰقَ.

وہ فرماتے ہیں کہ آیت نمبر ۱۰۲ میں ’’بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ ‘‘ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام سنِ رشد تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہے اور آیت نمبر ۱۱۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہو چکے تھے، اور اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے، اور سورہ ابراہیم میں آتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ. اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ (۳۹)

اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل جب مکہ میں لائے گئے تو وہ سنِ رشد کو پہنچ چکے تھے، اس لئے تو ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں دونوں کا ذکر فرمایا ہے، اور اس استدلال کے بعد سید صاحب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کو حضرت ابنِ عباس پر موقوف اور اسرائیلیات میں سے قرار دیتے ہیں (ارض القرآن ج ۲ ص ۴۳، ۴۴)

لیکن سید صاحب کے یہ استدلال دوسرے محققین کے نزدیک کئی وجوہ سے محلِ نظر ہیں:

اول: اس لئے کہ سورہ صافات کی آیت میں ’’بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ ‘‘ کا یہ مطلب لینا کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیرِ سایہ فلسطین میں ہی پرورش پاتے رہے، تب صحیح ہوسکتا ہے کہ اس جملہ کے بعد آیت میں کوئی دوسرا جملہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مکہ پہنچنے کے متعلق مذکور ہوتا، تاکہ اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کے واقعہ کے ساتھ صحیح جوڑ لگ سکتا، کیونکہ اس پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور سید صاحب بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا، اور مذکورہ آیت میں بھی یہی آتا ہے کہ ’’جب اسماعیل سنِ رشد کو پہنچے تو ان کے باپ نے ان سے اپنا خواب بیان کیا‘‘ اگر سید صاحب کی اس توجیہ کو دیکھا جائے تو اس آیت میں ابہام معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کے طرزِ خطابت اور اصولِ بیان کے یہ قطعاً خلاف ہے کہ ایک آیت کے اندر اس طرح کا ابہام پیدا کردے جس سے دو اہم زندگیوں کے درمیان کوئی ربط قائم نہ رہ سکے۔

دوم: اس لئے کہ سورہ صافات میں اسماعیل علیہ السلام سے متعلق جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ’’ذبحِ عظیم‘‘ کا تذکرہ ہے نہ کہ مکہ پہنچنے کا، اور وہ بلاشبہ اسماعیل علیہ السلام کے سنِ رشد کا زمانہ ہے، اور اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہو چکے تھے۔

سوم: اس بغیر کھیتی کی سرزمین مکہ مکرمہ کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ میں شور پانی کے سوا میٹھے پانی کا نام ونشان نہیں، اور آج بھی آلاتِ جدیدہ کے باوجود اس زمین سے میٹھے پانی کا اخراج ناممکن بنا ہوا ہے، تو ’’زمزم‘‘ کا وجود یہاں کیسے ہوا؟

یہ مذہبی اور تاریخی دونوں حیثیت سے اہم سوال ہے، اس کے متعلق اگرچہ قرآن مجید کی آیات کوئی تصریح نہیں کرتیں، مگر بخاری کی یہی ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی ہر دو روایات اس کے وجود کی تاریخ بیان کرتی ہیں جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شیر خوار ظاہر کیا گیا ہے۔

بہر حال اگرچہ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں کس سن میں پہنچائے گئے، مگر بخاری کی روایات یہی کہتی ہیں کہ یہ زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شیر خوارگی ہی کا تھا، اور یہی صحیح ہے، پس حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایات اسرائیلیات میں سے نہیں ہیں بلکہ حضور ﷺ کی بیان کردہ تفصیلات کی صحیح ترجمانی ہے۔

(ماخوذ من قصص القرآن لمولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ج ۱ ص ۲۳۰ تا ۲۳۳)

اورحضرت اسماعیل علیہ السلام بھوک و پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین پر اپنی ایڑیاں اس طرح رگڑ رہے تھے، جیسے کہ قریب المرگ آدمی پر موت کی کیفیت طاری ہوتی ہے،اور حضرت ہاجرہ دوڑنے کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد اور دعا بھی کررہی تھیں،اور ہر مرتبہ جب حضرت ہاجرہ صفا یا مروہ کا چکر کاٹ کر آتی تھیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھتی تھیں اوران کی کیفیت کا مشاہدہ کرتی تھیں (فتح الباری)

بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ فرشتہ جو حضرت ہاجرہ کی مدد کے لئے آیا تھا وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے، اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ہاجرہ کو جبریلِ امین نے آواز دی تو کون ہے؟ تو حضرت ہاجرہ نے جواب دیا کہ میں ہاجرہ ہوں ابراہیم کے بیٹے کی والدہ،تو حضرت جبریل امین نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم نے آپ دونوں کوکس کے سپرد کیا؟ تو حضرت ہاجرہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا،توجبریل امین نے فرمایا کہ آپ دونوں کوحضرت ابراہیم نے ایک ایسی ذات کے سپرد کیا ہے جو آپ کی مدد کے لئے کافی ہے (عمدۃ القاری)

حج وعمرہ میں سعی کا حکم

حج وعمرہ کے دوران سات مرتبہ صفاومروہ پر آنا جانا ہوتا ہے،اس کوسعی کہا جاتا ہے،اور یہ حج اور عمرہ دونوں میں واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفاومروہ کوشعائراللہ میں سے فرمایا (سورہ بقرہ آیت ۱۵۸)

جس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں،ان کے درمیان سعی کی جاتی ہے جومناسکِ حج میں سے ہےاور حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہےاس اعتبار سے دینِ اسلام میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔

اور صفاومروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجرہ کے اسی عمل کی یادگار ہے جس میں وہ دوڑ دوڑ کر کبھی صفا پہاڑی پر اور کبھی مروہ پہاڑی پر چڑھ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے کوئی مددگار تلاش کررہی تھیں۔ [1]

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر میں امام ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

فقد بین اللہ تعالیٰ ان الطواف بین الصفا والمروۃ من شعائراللہ ای مما شرع اللہ تعالیٰ لابراھیم الخلیل فی مناسک الحج ،وقد تقدم فی حدیث ابنِ عباس ان اصل ذلک ماخوذ من طواف ھاجر وترداد ھا بین الصفا والمروۃ فی طلب المآء ،لما نفد ماؤھا وزادھا،حین ترکھا ابراھیم علیہ السلام ھنالک لیس عندھما احد من الناس فلما خافت الضیعۃ علی ولدھا ھنالک ونفد ماعندھا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ہاجرہ کے واقعہ سے ایک اہم سبق

نیز حضرت ہاجرہ کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے بے تاب ہوکر صفاومروہ کے درمیان دوڑ دوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کررہی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بیابان اور جنگل میں جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تھا زمزم کی شکل میں پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا تاکہ تمام مخلوق کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی تکلیف اور مصیبت کو دور کرنے والا نہیں، اور مصیبت کے وقت صرف وہی انسان کے کام آتا ہے۔ اور جو اولیاء اللہ اور نیک لوگ ہوتے ہیں ان کو قسم قسم کی تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان میں مبتلا کرنے کے لئے پہنچتی رہتی ہیں، لیکن ان کی تکالیف کے دور ہونے کا ایک بڑا سبب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مصیبت زدہ کی فریاد کو سننے والا ہے۔

اور حضرت ہاجرہ کے اس واقعہ میں اگر غور کیا جائے کہ کس طرح ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد کو سن لیا اور ان کے اس عمل یعنی صفاومرہ کے درمیان دوڑنے کو قیامت تک کے لئے حج کے اندر مشروع کردیا۔

اور اس کو قیامت تک کے لئے نمونہ بنادیا تاکہ سب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ [1]

(جاری ہے............)

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ قامت تطلب الغوث من اللہ عزوجل، فلم تزل تردد فی هذه البقعة المشرفة بین الصفا والمروة متذللة خائفة فقیرة الی اللہ عزوجل حتی کشف اللہ کربتها وآنس غربتها (تفسیر ابنِ کثیر تحت آیت ۱۵۸ سورة البقرة)

[1] تفسیر رازی میں ہے:

المسألة الرابعة: الحکمة فی شرع هذاالسعی الحکایة المشهورة وهی ان هاجر ام اسماعیل حین ضاق بها الامر فی عطشها وعطش ابنها اسماعیل علیه السلام اغاثها اللہ تعالیٰ بالمآء الذی انبعه الیها ولابنها من زمزم حتی یعلم الخلق انه سبحانه وان کان لایخلی اولیاء ه فی دارالدنیا من انواع المحن الا انه فرجه قریب ممن دعاه فانه غیاث المستغیثین فانظر الیٰ حال هاجر واسماعیل کیف اغاثهما واجاب دعائهما ثم جعل افعالهما طاعة لجمیع المکلفین الیٰ یوم القیامة ،وآثارهما قدوة للخلائق اجمعین لیعلم ان اللہ لایضیع اجر المحسنین ،وکل ذلک تحقیق لمااخبر به قبل ذلک من انه یبتلی عباده بشیئ من الخوف والجوع نقص من الاموال والانفس والثمرات الاان صبر علی ذلک نال السعادة فی الدارین وفاز بالمقصد الاقصی فی المنزلین(تفسیر الرازی تحت آیت ۱۵۸ سورة البقرة)

Idara Ghufran

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

لوکاٹ (Eriobotrysaponica)

لوکاٹ بہت رغبت سے کھایا جانے والا پھل ہے۔ یہ موسم گرما کا مشہور چاشنی دار پھل ہے، جس کا رنگ زرد اور ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے۔

اس کا درخت امرود کے درخت کے برابر ہوتا ہے۔ پھول اور پھل گچھوں میں لگتے ہیں، اس کے پودے کو سدابہار کہا جاتا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں اس کے درخت کو انگریز یورپ سے لے کر آئے تھے مگر اب ہمارے یہاں یہ بہت پسندیدہ پھلوں میں شمار ہوتا ہے اور اس کی خوب کاشت کی جاتی ہے۔

اس میں شکر، وٹامن سی، اور آبی اجزأ کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔

لوکاٹ کو انگریزی میں (Eriobotrysaponica) اری او بوجاپونیکا۔ ہندی میں لٹکو۔ بنگالی میں لکھوٹ کہتے ہیں۔

مزاج

اطبا کے نزدیک لوکاٹ کا مزاج سرد ۲ تر ۲ ہے۔

لوکاٹ کے چند فوائد اور خواص

لوکاٹ طبیعت کو فرحت بخشتا ہے اور موسم گرما کا پھل ہونے کی وجہ سے اپنے موسمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے گرمی کو دور کرتا ہے، گرمیوں میں جو طبیعت نڈھال ہو جاتی ہے، اس میں فرحت اور سکون بخشتا ہے۔

لوکاٹ معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ متلی کی شکایت کو دور کرتا ہے۔

گرمی کے دنوں میں اکثر مریضوں کا دل گھبراتا ہے، دل کی دھڑکن زیادہ ہو جاتی ہے ان کے لئے لوکاٹ مفید پھل ہے یہ خفقان کو دور کرتا ہے، دل کی دھڑکن کو درست کرتا ہے۔

بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے، اس لئے بلڈ پریشر کے مریضوں کو لوکاٹ ضرور کھانا چاہئے۔

Idara Ghufran

لوکاٹ عام جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے جسم کو فربہ کرتا ہے خون صالح پیدا کرتا ہے۔

لوکاٹ کو چندروز معمول بنا کر استعمال کرنے سے جلد کی رنگت نکھر آتی ہے، حسن وشباب میں اضافہ ہوتا ہے۔

صفرا اور خون کی حدت کو دفع کرتا ہے۔

جن لوگوں کے ہاتھوں پیروں میں بے چینی اور جلن کی شکایت رہتی ہو وہ لوکاٹ کو اعتدال کے ساتھ متواتر کچھ دنوں تک استعمال کریں تو انشاءاللہ اس سے یہ شکایت دور ہو جائے گی۔

لوکاٹ بواسیر کو دور کرتا ہے۔خونی قے میں اس کا رس بہت مفید ہے۔لوکاٹ قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔

لوکاٹ کی مٹھاس ذیابیطس کے مریضوں کے لئے نقصان دہ نہیں اس سے شکر پیدا نہیں ہوتی، اس لئے شوگر کے مریض بھی اس کو بلا جھجک استعمال کر سکتے ہیں۔

لوکاٹ کے پکے ہوئے پتوں کا جوشاندہ پینے سے ذیابیطس کو فائدہ پہنچتا ہے۔

لوکاٹ کی چٹنی بھی بنائی جاتی ہے، جو کہ بہت مزیدار ہوتی ہے۔اس کو کھانے کی ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ آپ کے دسترخوان کی زینت کو بڑھاتی ہے۔

چٹنی بنانے کی ترکیب

لوکاٹ کو چھیل کر گٹھلیاں دور کر کے حسب ذائقہ نمک مرچ اور سفید زیرہ اور تھوڑا سا پانی شامل کر کے گرینڈ کر لیں۔

اگر میٹھی چٹنی بنانا چاہیں تو چھلے ہوئے صاف لوکاٹ، پودینہ، حسب ذائقہ نمک مرچ ملا کر چینی کا اضافہ کر کے اسے گرینڈ کر لیں یا سل پر پیس لیں مزیدار اور مفید چٹنی تیار ہے۔

لوکاٹ سے مزیدار شربت بھی بنایا جاتا ہے جو کہ بیحد لذیذ ہونے کے ساتھ جسم کو توانائی وفرحت بخشتا ہے، قے متلی پیاس میں فائدہ مند ہے، دل اور دماغ کے لئے بھی بہت مفید مشروب ہے۔

لوکاٹ کو چھیل کر کھانا چاہئے کیوں کہ اس کا چھلکا نقصان دہ ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

Emale:faizankhanthanvi@hotmal.com

Idara Ghufran

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐...... جمعہ۲۱/ ۲۸/ صفرو۵/ ۱۲/ ۱۹/ ربیع الاول کو حسبِ معمول تینوں مسجدوں میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔ جمعہ۲۱/ ۲۸/ صفر کو حضرت اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم کے سفر پر جانے کی وجہ سے مسجد امیر معاویہ میں بندہ امجد نے جمعہ کے وعظ ومسائل کے فرائض سرانجام دیئے، مسجد نسیم میں مولوی طارق محمود صاحب اور مولوی امتیاز صاحب نے جمعہ کے فرائض نبھائے۔

☐...... ہفتہ۱۳/ ربیع الاول حضرت مدیر صاحب بمع والدہ محترمہ، ہمشیرہ صاحبہ واہلِ خانہ صدر میں ایک مقام پر عشائیہ پرمدعو تھے۔

☐...... ہفتہ۲۰/ ربیع الاول حضرت اقدس نواب قیصر صاحب دامت برکاتہم کراچی سے اسلام آباد تشریف لے آئے۔

☐...... ہفتہ۲۰/ ربیع الاول مفتی محمد یونس صاحب اور مولانا عبدالسلام صاحب کی فیصل آباد کے دوروزہ سفر سے واپسی ہوئی۔

☐...... اتوار۲۳/ ۳۰/ صفرو۷/ ۱۴/ ۲۱/ ربیع الاول کو بعدظہر بزمِ ادب وبعدعصر اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہیں، اتوار۱۴/ ربیع الاول کو بعدعصر کی مجلس نہ ہوسکی، اس دن عصر سے ادارہ کے ساتھ ملحقہ نوتعمیر شدہ ہال میں باقاعدہ جماعت سے نماز پڑھنے کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدافرمائیں۔ آمین۔

☐...... پیر یکم ربیع الاول مولانا عبدالسلام صاحب اور مولانا محمد ناصر صاحب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے دہلی سے واپسی پر لاہور استقبال اور وصولی کے لئے تشریف لے گئے۔

☐...... منگل۲/ ربیع الاول حضرت اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم کی بمع اہلِ خانہ دہلی کے سفر سے واپسی ہوئی

☐...... منگل ۹/ ربیع الاول حضرت مدیر صاحب جناب نثار صاحب کی دوکان کے افتتاح کے سلسلہ میں دعا کے لیے کمرشل مارکیٹ تشریف لے گئے۔

☐...... بدھ ۲۶/ صفرو۳/ ۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ ربیع الاول بعدظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان کی مجلس ہوتی رہی، بدھ۱۰/ ربیع الاول بندہ امجد کا ایک دن کے لئے مانسہرہ ایک تقریب میں شمولیت کے لئے جانا ہوا۔

☐...... جمعرات۴/ ربیع الاول طلبۂ کرام بمعیت مولانا عبدالسلام صاحب، مولوی ابرار صاحب ومولوی امتیاز صاحب تفریح کے لئے کوٹلی ستیاں گئے، اگلے دن واپسی ہوئی۔

☐...... جمعرات ۱۱/ ربیع الاول مولانا عبدالرؤف صدیقی صاحب دامت برکاتہم (واہ کینٹ) تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ومشاورت ہوئی، بعدظہر آپ واپس تشریف لے گئے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

29 فروری 2008ء بمطابق 21 صفر 1428ھ: پاکستان: جنوبی وزیرستان، سرحد پار سے میزائل حملہ 13 جاں بحق 10 زخمی، ہماری فوج نے حملہ نہیں کیا، امریکہ ۔ پاکستان: عدلیہ کے تحفظ کے لئے قانون سازی کی جائیگی، ججوں کی بحالی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے، امین فہیم **یکم مارچ**: پاکستان: لکی مروت مینگورہ ڈی ایس پی کی گاڑی اور جنازے میں دھماکے 45 جاں بحق 62 زخمی ۔ پاکستان: بجلی 9 فیصد، پیٹرول 5 روپے، ڈیزل 3.50 روپے فی لیٹر مہنگا، نئی قیمتیں آج سے لاگو ہوں گی **2 مارچ**: پاکستان: سبزہ زار کیس، شہباز باعزت بری الیکشن لڑنے کی راہ ہموار، خواہش ہے مدعی کے ساتھ انصاف ہو، شہباز شریف ۔ پاکستان: قومی و صوبائی اسمبلی کے 858 کامیاب اراکین کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا، نوٹیفکیشن جاری **3 مارچ**: پاکستان: درہ آدم خیل، قومی جرگے پر خودکش حملہ 40 جاں بحق، درجنوں زخمی ۔ پاکستان: بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' دہشتگردی کے واقعات میں ملوث ہے، نگران وزیر داخلہ ۔ پاکستان: قوم ملی غیرت کو اپنا شیوہ بنالے تو امریکی غلامی سے نجات مل سکتی ہے، نواز شریف **4 مارچ**: پاکستان: معزول چیف جسٹس نے مشروط رہائی مسترد کر دی، سول سوسائٹی کے ارکان کا مظاہرہ، پولیس کا لاٹھی چارج ۔ پاکستان: کیانی مشرف ملاقات، انتقال اقتدار، دہشتگردی اور سیاسی صورتحال پر تبادلۂ خیال عوامی مینڈیٹ کا خیال رکھا جائیگا، صدر **5 مارچ**: پاکستان: لاہور نیول وار کالج میں 2 خودکش دھماکے 7 جاں بحق 16 زخمی ۔ پاکستان: معزول چیف جسٹس کے بغیر 43 جج بحال کرنے کی حکومتی آفر مسترد، افتخار چوہدری کا پولیس نگرانی میں بچوں کو سکول بھجوانے سے انکار **6 مارچ**: پاکستان: قومی مفاہمتی آرڈیننس کے تحت زرداری کے خلاف دائر 5 ریفرنس خارج، منجمد اثاثے بحال کرنے کا حکم ۔ پاکستان: ڈاکٹر عبدالقدیر کی طبیعت اچانک بگڑ گئی، ہسپتال منتقل، اہلِ خانہ کو ساتھ رہنے کی اجازت ہوگی، عسکری ذرائع **7 مارچ**: پاکستان: نئی حکومت کی حمایت کریں گے، فوج سیاست سے لاتعلق رہے گی، چیف آف آرمی سٹاف ۔ پاکستان: خواتین و اقلیتوں کے لئے مختص نشستوں کا نوٹیفکیشن جاری، حکومت اسمبلی اجلاس بلائے، وزیر اعظم کا اعلان کر دیں گے، زرداری **8 مارچ**: پاکستان: فوج اور میرے درمیان کوئی اختلاف نہیں، قومی اسمبلی کا اجلاس آئندہ ہفتے طلب کروں گا، صدر پرویز مشرف ۔ بھارت: جاسوسی کرنے پاکستان گیا تھا، پاکستانی حکام راز اگلوانے میں ناکام رہے، کشمیر سنگھ **9 مارچ**: پاکستان: عوام کو گمراہ کرنے والوں کا احتساب ہونا چاہئے، سیاسی جماعتیں سیاست سے بالاتر ہو کر حکومت

Idara Ghufran

بنائیں، صدر ۔ پاکستان: امریکی مطالبات کی نئی فہرست، قومی مفاد اور خودمختاری کے خلاف مطالبات تسلیم نہیں کر سکتے، پاکستان ۔ پاکستان: ججوں کی بحالی اور حکومت سازی کا معاملہ فائنل راؤنڈ میں داخل، نواز زرداری ملاقات آج ہوگی ✍ **10 مارچ**: پاکستان: حکومت سازی کے بعد 30 دن کے اندر عدلیہ بحال کرنے کا اعلان، پیپلز پارٹی اور ن لیگ میں 6 نکاتی سمجھوتے پر دستخط ✍ **11 مارچ**: پاکستان: ایوان صدر اور نئی پارلیمنٹ میں تصادم تباہ کن ہوگا، صدر پرویز مشرف ۔ پاکستان: امریکی سفیر کی زرداری سے ملاقات، عدلیہ کی ممکنہ بحالی کے حوالے سے تبادلہ خیال ✍ **12 مارچ**: پاکستان: لاہور دو خودکش دھماکے 30 جاں بحق، سینکڑوں زخمی ایف آئی اے کا صوبائی ہیڈ کوارٹر تباہ ۔ پاکستان: صدر نے نومنتخب قومی اسمبلی کا اجلاس 17 مارچ کو طلب کر لیا، نئی حکومت کو چیلنجز درپیش ہوں گے، پرویز مشرف ✍ **13 مارچ**: پاکستان: افغانستان سے پاکستانی علاقے پر میزائل حملہ 4 جاں بحق، وزیرستان میں سمجھوتے کی نہیں کچھ اور کرنے کی ضرورت ہے، امریکہ ✍ **14 مارچ**: پاکستان: پی پی ن لیگ کا مختصر کابینہ تشکیل دینے پر اتفاق، وزراء کی تعداد ڈیڑھ درجن تک ہوگی ✍ **15 مارچ**: پاکستان: بی ایم ڈبلیو ریفرنس خارج زرداری کرپشن کے آخری کیس سے بھی بری، ضمنی الیکشن لڑسکیں گے ✍ **16 مارچ**: پاکستان: پٹرول 4.11، ڈیزل 2.89، مٹی کا تیل 2.71 روپے لیٹر مہنگا ۔ پاکستان: اسلام آباد، اطالوی ریستوران میں دھماکہ، 2 غیر ملکی ہلاک، 15 شدید زخمی ✍ **17 مارچ**: پاکستان: وانا امریکی میزائل حملے میں 20 افراد جاں بحق، 7 شدید زخمی ۔ پاکستان: 13 ویں قومی اسمبلی کا آج پہلا اجلاس سیکورٹی انتہائی سخت، 325 سے زائد مشتبہ افراد کو حراست میں لے لیا گیا ۔ پاکستان: بٹگرام سے لورہ جانے والی جیپ حادثے کا شکار، 9 جاں بحق، 3 زخمی ✍ **18 مارچ**: پاکستان: 1973ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کے 325 ارکان نے حلف اٹھا لیا ۔ پاکستان: عوام امریکی فیصلے قبول نہیں کریں گے، عدلیہ کی بحالی اور آئین کی بالادستی پر سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا، حکمران اتحاد کا اعلان ✍ **19 مارچ**: پاکستان: وفاقی کابینہ 3 مرحلوں میں مکمل کرنے پر اتفاق، سپیکر ڈپٹی سپیکر کا انتخاب آج ہوگا، گیلانی وزارتِ عظمیٰ کے لئے فیورٹ قرار ✍ **20 مارچ**: پاکستان: فہمیدہ مرزا سپیکر، فیصل کریم کنڈی ڈپٹی منتخب، حکمران اتحاد نے دو تہائی اکثریت ثابت کردی ۔ پاکستان: جج پارلیمنٹ کے ذریعے بحال ہوسکتے ہیں اٹارنی جنرل، بحالی کے لئے قرارداد کی ضرورت نہیں، اعتزاز احسن ✍ **21 مارچ**: پاکستان: صدر نے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا، وزیراعظم کا انتخاب 24 مارچ کو ہوگا ۔ پاکستان: ملک بھر میں وکلاء کی مکمل ہڑتال پی سی او ججز کے فیصلے غیر آئینی ہیں، جسٹس افتخار، 30 دنوں میں جج بحال ہوں گے، اعتزاز احسن ✍ **22 مارچ (تعطیل اخبارات**

بوجہ 12 ربیع الاول) ✍ **23 مارچ:** پاکستان: یوسف رضا گیلانی وزیراعظم نامزد انتخاب کل ہوگا،25 مارچ کو صدر مشرف سے حلف لیں گے ✍ پاکستان: زرداری کا الطاف حسین سے رابطہ فاروق ستار دستبردار، ق لیگ وزیر اعظم کے امیدوار کا اعلان آج کرے گی ✍ **24 مارچ:** پاکستان: منتخب حکومت کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں ،اصل جمہوریت کا دور شروع ہو چکا،صدر مشرف ✍ پاکستان: گیلانی، پرویز الٰہی، کے کاغذات نامزدگی منظور وزیر اعظم کا انتخاب آج ہوگا،صدر نے نواز شہباز سمیت سیاسی رہنماؤں کو دعوت نامے جاری کردیئے ✍ **25 مارچ:** پاکستان: یوسف رضا گیلانی وزیراعظم منتخب ججوں کی رہائی کا پہلا حکم جاری ✍ پاکستان: نومنتخب وزیراعظم کے حکم پر معزول ججوں کی نظر بندی ختم، ججز کالونی سے رکاوٹیں ہٹادی گئیں جشن کا سماں ✍ **26 مارچ:** پاکستان: یوسف رضا گیلانی نے حلف اٹھالیا، صدر پارلیمنٹ کا حصہ ہیں، وزیراعظم ✍ پاکستان: شاہ محمود قریشی خارجہ، اسحاق ڈار خزانہ ،خورشید شاہ پارلیمانی امور کے وزیر ہوں گے ✍ **27 مارچ:** پاکستان: امریکی نائب وزرائے خارجہ کی گیلانی سے ملاقات، تمام معاملات پارلیمنٹ میں طے کریں گے، وزیراعظم ✍ پاکستان: باؤچر پونٹے کا دورہ طے شدہ تھا، ہنگامی نہیں، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں یوٹرن کا فیصلہ حکومت کرے گی، دفتر خارجہ ✍ **28 مارچ:** پاکستان: شیری رحمان اطلاعات، چوہدری نثار، وزیر مواصلات، وزراء کے نام اور محکمے فائنل ہوگئے ✍ **29 مارچ:** پاکستان: ملعون رکن پارلیمنٹ کی گستاخ فلم ریلیز، ہالینڈ کے سفیر کی دفتر خارجہ طلبی پوری دنیا میں مسلمان سراپا احتجاج ✍ پاکستان: سرحد اسمبلی کے ارکان نے حلف اٹھالیا، کرامت اللہ اور خوشدل بلا مقابلہ سپیکر، ڈپٹی سپیکر منتخب ✍ **30 مارچ:** پاکستان: اپوزیشن سمیت پورے ایوان کا گیلانی پر اظہار اعتماد، نیب، ایف سی آر، وی آئی پی کلچر، ٹریڈ یونینز پر پابندی کے خاتمے کا اعلان، خارجہ پالیسی جیو اور جینے دو پر منحصر ہوگی، وزیراعظم ✍ **31 مارچ:** پاکستان: 24 رکنی کابینہ سے آج صدر مشرف حلف لیں گے، حکومتی پلان آف ایکشن کی نگرانی ہر وزیر کی ذمہ داری ہے، وزیراعظم ✍ پاکستان: معزول چیف جسٹس آج ایک سال بعد اپنے آبائی علاقے کوئٹہ پہنچیں گے، تاریخی استقبال کی تیاریاں مکمل ✍ پاکستان: سرحد اسمبلی آج امیر حیدر ہوتی کو وزیراعلیٰ منتخب کرے گی ✍ **یکم/اپریل:** پاکستان: 24 رکنی وفاقی کابینہ تشکیل صدر نے سیاہ پٹیاں باندھے وزراء سے حلف لے لیا ✍ پاکستان: مائع گیس کی قیمت میں 7 روپے فی کلو کمی کا اعلان، گھریلو سلنڈر کی قیمت 461 روپے مقرر ✍ **2/اپریل:** پاکستان: پاک افغان سرحد پر حملے کا امریکی بیان، سرحد اسمبلی میں قرارداد مذمت متفقہ طور پر منظور، وفاقی حکومت سے نوٹس لینے کا مطالبہ ✍ **3/اپریل:** پاکستان: غیر ملکی مداخلت، آرمی چیف نے سیاسی قیادت کو ثبوت پیش کردیئے، ✍ پاکستان: سرحد کابینہ کے سمیت دوسینئر وزیروں سمیت 21 وزراء نے حلف اٹھالیا۔

Idara Ghufran

Chain of Useful Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan Translated By Abrar Hussain Satti

The Breakdown of Electricty

The breakdown of electricity has been happening even in winter of going year in almost whole country. The electricity has remained broken in different occasions in the time of day and nights in maximum areas of our country. The major reasons of this load shedding are the lack of water and the larger consuming of electricity. As we looking in areas where electricity is present particular in urban areas; here the peoples became so habitual of electricity that they switch on the extra lights, although they have no need of it i.e. they are not doing such work which need electricity and there is no darkness, moreover there is sufficient light of sun is present.

The result of this wrong habit is that in absence of light the peoples became restless, and they started waiting bitterly of electricity and give up every thing, while there is no real and genuine trouble in their work in absence of electricity.

We can get rid from this anxiety by changing this bed habit. We should avoid ourselves from wastage of electricity. One loss of this bad habit is that the peoples became anxious without any reason, in absence of electricity, as well as there

is another loss which is national and general, is that the part of electricity which is used without any necessity, is the deposit of the national finance, and is got after many difficulties. There are so many problems which can be solved by saving this. And also this electricity could give to other needy and necessitous peoples. And the third loss is to use a thing without any purpose, which is useless. Because wasting of a thing is one of the great sins. The rich personalities are also a reason of the load shedding which is a great cruel, because they steal electricity with so many hidden tricks and do not pay bill of the electricity which they had used. So they use the electricity with cruelty because they have no tension for billing and thus in results the poor have to pay the bill of the electricity which the rich have used by hidden tricks in shape of load shedding and additional paying of bills. The wealthy and luxury personalities do not pay bills, and if they pay they have no difficulty in paying the bills of electricity because they have no lack of payment. And in case of load shedding they fulfill the lacking of electricity by generators, ups etc. But how will be solved the problems of the houses of poor and needy persons, where so many difficulties in fulfilling of home necessity, like flour sugar etc. If the wealth of electricity is used correctly then there is no load shedding. May God it is happened.